المرشد

ماهنامہ چکوال

دسمبر 2003ء

الله
محمد رسول

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

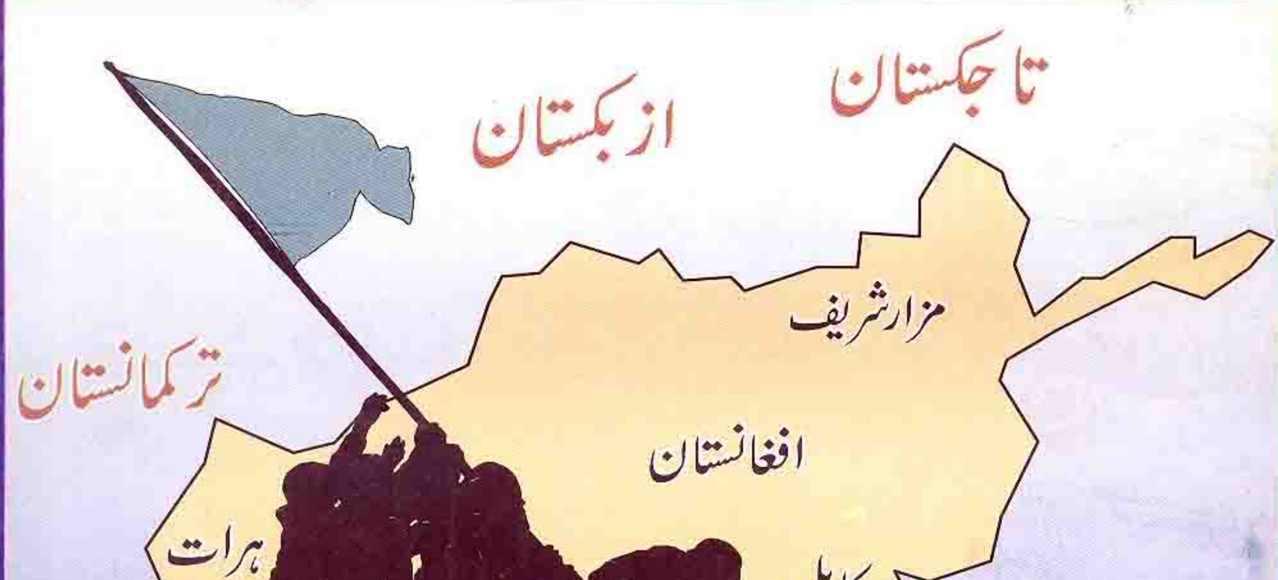

افغانستان کے کئی "صوبوں" پر طالبان کا قبضہ

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

دسمبر 2003 شوال، ذیقعد 1424ھ

جلد نمبر 25 ✻ شمارہ نمبر 5

مدیر ——— چوہدری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✻ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- خیر الامت	امیر محمد اکرم اعوان	4
3- جہاد کیا ہے؟	امیر محمد اکرم اعوان	11
4- کلام شیخ	سیماب اویسی	18
5- اسلام آج کے عہد کی ضرورت ہے	امیر محمد اکرم اعوان	19
6- نظم وضبط	امیر محمد اکرم اعوان	28
7- اپنا محاسبہ	امیر محمد اکرم اعوان	40
8- تکبر	امیر محمد اکرم اعوان	46
9- ہدایت کے راستے	امیر محمد اکرم اعوان	53
10- من الظلمت الی النور	میجر محمد صادق	59
11- مراسلات	قارئین	64

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس - لاہور 042-6314365 | ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے - ٹی - ایم - بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد - فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور - فون 042-5182727

اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہو

میں مسلمان ہوں نہ یہ کہ آج کل مسلمانوں کی طرح کفار سے دب کر معذرت خواہانہ انداز میں کہے کہ جی میں ہوں تو مسلمان ہی۔

بڑائی اور بھلائی اپنے نتائج میں کبھی ایک نہیں ہوسکتیں لہذا بُرائی کو بھی نیکی اور بھلائی کر کے ٹال دیا کریں اور برائی کا جواب بُرائی سے دینا تو بہر حال عداوت کو بڑھاتا ہے مگر نیکی کی جائے تو اکثر دشمن کو بھی دوست بنا دیتی ہے۔

عمومی سلوک: عمومی زندگی میں مسلمان کے لئے یہ حسن عمل اس کی کامیابی کا راستہ ہے۔ جیسے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا اگر میں ایسا ہوں تو توبہ کرتا ہوں اللہ مجھے معاف کرے اور اگر تو غلط کہہ رہا ہے تو اللہ تجھے معاف فرمائے۔ یہ نعمت ان لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر اختیار کرتے ہیں اور جلد باز نہیں ہوتے اور ایسے لوگ بہت ہی خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اور اگر ایسی حالت میں کوئی شیطانی شرارت محسوس ہو یعنی غصہ وغیرہ آنے لگے تو فوراً اللہ کی پناہ حاصل کی جائے اللہ کو یاد کیا جائے کہ وہ ہر حال میں سننے والا بھی ہے اور ہر حال سے واقف بھی۔ یاد رہے کہ یہ قاعدہ عمومی زندگی کے لئے ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ احکام شرعی پامال ہوتے رہیں اور اہل باطل کو چھوٹ دے کر مسلمان سلوک کا بہانہ کرتے رہیں جیسا آج کل اپنے مفاد پہ چوٹ آئے تو فوراً چیخ اٹھتے ہیں اور دین بے شک برباد ہوتا رہے وہاں حسن سلوک یاد آجاتا ہے۔

یہ شب و روز کا نظام اس کی باقاعدگی اور اس کے اثرات و نتائج اشیاء پر اور انسانی زندگی پر یہ سب اللہ کی عظمت کے دلائل ہیں کہیں اپنی جہالت سے انہی کی عظمت کے اسیر نہ ہو جانا کہ چاند سورج وغیرہ کو سجدہ کرنے لگو بلکہ سجدہ صرف اس ذات کا حق ہے جو سب کی خالق ہے۔

اداریہ: افغانستان کے کئی ''صوبوں'' پر طالبان کا قبضہ

11 ستمبر 2001ء کے ''واقعہ'' کے بعد امریکہ نے ایسا ایجنڈا تیار کیا ہے جس کی بدولت کسی بھی ملک کے خلاف دہشت گردی کا الزام لگا کر اس پر حملہ کر سکتا ہے۔ امریکہ نے اس بنیاد پر جارحیت کی ابتدا افغانستان کی سرزمین سے کی جس کی دلیل یہ دی گئی کہ افغان حکومت نے اسامہ بن لادن کو پناہ دے رکھی ہے۔ اسامہ بن لادن تو بہانہ تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ امریکہ کے دل و دماغ میں ایک ایسی سلطنت وحکومت کھٹک رہی تھی جس میں خلافت کا احیاء ہو چکا تھا۔ اس میں ایسا مثالی امن تھا کہ لوگ دروازہ کھلا چھوڑ کر پرسکون سو جاتے تھے اور کسی کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ امن وانصاف کا یہ معاشرہ دیکھ کر مغرب خود حیرت میں ڈوب گیا۔ انہیں خطرہ تھا کہ افغانستان کی اسلامی حکومت کی سرحدیں پھیل کر ان کی سرحدوں تک نہ پہنچ جائیں۔ اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور بارود کی اتنی بارش کی کہ ہزاروں سویلین بھی اس کی زد میں آ گئے اور ہزاروں لاکھوں تڑپتے ہوئے انسانوں کو دیکھ کر طالبان حکومت سے دستبردار ہو گئی اور پھر امریکہ نے وہاں پر اپنی من پسند حکومت قائم کر دی۔ گزشتہ دو سالوں سے امریکہ نے افغانستان پر کنٹرول کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔

اب افغانستان کا منظر ایک بار پھر تبدیل ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ طالبان تیزی کے ساتھ منظر پر چھاتے جا رہے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس روز امریکی یا اتحادی فوجیوں کے مرنے کی خبر نہ آتی ہو۔ ایک خبر کے مطابق طالبان نے افغانستان کے 7 ''اضلاع'' پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس بات کا اعتراف زابل کے ڈپٹی گورنر نے بھی کیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ سرکاری ملیشیاء کے پاس ہتھیاروں اور نفری کی کمی ہے جس کے باعث وہ ان اضلاع پر دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

امریکہ افغانستان پر کنٹرول کیوں نہ کر سکا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکی حکومت نے جو افغان عوام کے ساتھ وعدے کئے تھے وہ پورے نہیں کئے امریکہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مواصلات کے نظام کو پہلی ترجیح دے گا۔ ہسپتال، تعلیمی ادارے، پانی کے ذخائر کی تعمیر جیسے منصوبوں پر عمل ہوگا مگر اب تک وہ وعدے یونہی دھرے کے دھرے ہیں اور عوام مایوس ہو کر پھر امن و آشتی والے معاشرہ کی تلاش میں سرگرداں ہے جو معاشرہ طالبان حکومت نے قائم کیا تھا...... طالبان آج عوام کی ضرورت بن چکے ہیں۔ تبھی تو ان کا غلبہ ہو رہا ہے اور لوگ جوق در جوق اس قافلہ حریت میں شامل ہو رہے ہیں۔ امریکہ کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ہر ملک کو اپنے قوانین اور ضابطوں کے تحت جینے دے...... ورنہ باعزت لوگ اپنا حق لینا جانتے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے یہ ہوتا رہے گا اور حق غالب آ کر رہے گا اور مٹنا باطل کا مقدر ہے۔

خیر الامت

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہا کہ یہ بات یاد رکھنا سو کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان کر لینا دوزخ سے بچا لینا اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ اللہ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اُس کی مخلوق کو تباہ کر دیں۔ عہد نبوی کی جنگیں آج کے امن سے زیادہ پرامن تھیں جتنے لوگ آج امن کے زمانے میں مارے جاتے ہیں اتنے ان جنگوں میں نہیں مارے جاتے تھے۔ یہ اسلام ہے۔ خیر الامت کا کام تو صرف بھلائیوں کو، نیکیوں کو عام کرنا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 24-10-2003

بسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمo

کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللّٰہo

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم بہترین امت ہو۔ اخرجت للناس. تمہارے سب سے بہتر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمہیں عالم انسانیت کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔

نوع انسانی کی بقا، نوع انسانی کی فلاح، نوع انسانی میں امن، نوع انسانی کے ساتھ عدل اور نوع انسانی کو زندگی کے وسائل کی فراہمی میں سب سے بڑا کردار تمہارا ہے اور اُس میں تم صرف عالم انسانیت کو محبت صلہ رحمی اور زندگی کے وسائل ہی مہیا نہیں کرتے بلکہ تامرون بالمعروف. عالم انسانیت میں بھلائی اور اچھائی کا حکم کرتے ہو۔ وتنھون عن المنکر. اور بُرائی سے، جور و جفا سے، ظلم و زیادتی سے، روکتے ہو اور یہ سارا تم اس لئے کرتے ہو کہ

وتومنون باللّٰہ. کہ تمہیں اللہ پر یقین ہے۔ تمہارا اللہ کے ساتھ ایمان ہے تم اللہ کو مانتے ہو جانتے ہو۔

رب جلیل کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ ان سارے محاسن کا مدار فرد کی ذاتی کیفیت پر ہے کہ وہ اللہ کو کتنا جانتا ہے اور کتنا مانتا ہے۔ اگر یہ معاملہ درست نہ ہو اللہ پر اعتماد ہی نہ ہو' اللہ کے ساتھ ذاتی تعلق ہی مضبوط نہ ہو' تو اللہ کی مخلوق کی بھلائی کا کیا سوچے گا؟ آج اگر ہم اپنے آپ پر غور کریں' اپنے اردگرد پر غور کریں اور اپنے ماحول کو دیکھیں تو ایک نفسا نفسی کا عالم ہے ہر شخص کو اپنے مسائل سے دلچسپی ہے اُس کی اپنی ضرورتیں ہیں اور اُس کے پاس فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے اردگرد کو یا اپنے ماحول کو دیکھے بلکہ اپنے اردگرد اور اپنے ماحول میں وہ کسی کے پاس اگر کوئی چیز دیکھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس سے اگر میں چھین لوں میرے کام آ جائے میری ضرورت پوری ہو جائے۔ اس کا کیا ہوگا؟ اُس کی اُسے پرواہ نہیں ہے یہ کردار ایک عام آدمی سے لیکر حکمرانوں تک کا ہے حکمران بحیثیت مسلمان پورے ملک کی بہتری اور فلاح کے مکلّف ہیں اور ملک کے ساتھ پوری دنیا اور عالمی معاملات میں بہتری کے مکلّف ہیں جس کا انہیں اللہ کے نزدیک جواب دینا پڑے گا۔ عالمی حالات کو تو چھوڑیئے۔

> **آج اگر ہم اپنے ارد گرد پر غور کریں اور اپنے ماحول کو دیکھیں تو ایک نفسا نفسی کا عالم ہے ہر شخص کو اپنے مسائل سے دلچسپی ہے اُس کی اپنی ضرورتیں ہیں اور اُس کے پاس فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کو اپنے ماحول کو دیکھے**

اپنے ملک میں بھی حکومتیں اور حکمران عام آدمی کے لئے سہولتیں کم اور مسائل زیادہ پیدا کرتے ہیں اس لئے کہ اُن کی فلاسفی یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنی فکر پڑی رہے۔ کوئی ہماری

طرف انگلی نہ اٹھائے۔ کونسی ایسی حکومت اور کونسا ایسا حکمران ہے جو یہ نہیں سمجھتا کہ علم دنیوی اور اُخروی زندگی دونوں کا زینہ ہے اور کنجی ہے اور جہالت کفر کو جنم دیتی ہے اسلام بنیادی طور پر جہالت کے خلاف ہے۔ کفر تو جہالت کا پھل ہے کہ جہالت کفر تک لے جاتی ہے۔

گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصے میں اپنے ملک اور اپنی قوم کو دیکھ لیں کہ تعلیمی ترقی کتنی ہوئی ہے؟ تعلیمی ادارے بڑے بن گئے' سکول بڑے بن گئے' لوگوں کو ملازمتیں ملیں لیکن تعلیمی معیار پہلے سے دن بدن پیچھے چلا گیا اور یہ بدبختی ہم ایشیائی ممالک کی ہے۔ شاید ہمارے حکمران یہ دیکھتے ہیں کہ پڑھی لکھی قوموں پر حکومت کرنا مشکل ہے۔ جب امریکہ جیسے بڑے ملک کا صدر بھی کوئی غلطی کرتا ہے تو لوگ پکڑ لیتے ہیں سوال کرتے ہیں؟ پوچھتے ہیں ایسا کیوں ہوا؟ برطانیہ کا وزیراعظم غلط قدم اٹھاتا ہے تو وہ سارا ملک چلّا اٹھتا ہے' شور کرتے ہیں' پوچھتے ہیں کہ کیوں ایسا کیوں ہوا؟ یہاں جس کا جو جی چاہے کرتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اسی لئے نہیں ہوتا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ عام آدمی جانتا ہی نہیں کہ ہو کیا رہا ہے؟ جہالت کے اُن اندھیروں میں پڑا ہے جہاں وہ جانتا ہی نہیں کہ ہو کیا رہا ہے؟ اور اگر اُس کے کانوں تک کوئی خبر پہنچ بھی جائے تو اُسے اپنے رات دن پورا کرنے میں اور دال روٹی پورا کرنے میں اتنے مسائل ہیں کہ اس کے پاس اُس کے لئے وقت ہی نہیں کہ وہ کسی سے پوچھنے جائے یہ کیوں ہوا؟

یہ کیسے ہوا؟ جب علم نہیں ہوتا جہاں جہالت ہوتی ہے وہاں عدل نہیں ہوتا۔ عدل بھی علم کے ساتھ ریلیٹڈ (Related) ہے۔ جہالت ہوتی ہے تو عدل بھی نہیں ہوتا لہذا عام آدمی کو انصاف نہیں ملتا۔ آپ دیکھ لیجئے۔

جہاں ہم بیٹھے ہیں یہ ویرانہ تھا کبھی آپس میں لوگ لڑتے بھی تھے' قتل وغارت بھی کرتے تھے لیکن آپس میں، کبھی کوئی باہر سے آ کر ان

> **جہاں جہالت ہوتی ہے وہاں عدل نہیں ہوتا۔ عدل بھی علم کے ساتھ ریلیٹڈ (Related) ہے۔**

لوگوں کو لوٹ کر نہیں لے جاتا تھا۔ عام چوری اور ڈکیتی اس علاقے میں نہیں ہوتی تھی۔ آپس کی لڑائی الگ بات ہے لیکن کوئی باہر سے یہاں نہیں آتا تھا اور کوئی چوری' ڈکیتی نہیں ہوتی تھی۔ اب کوئی دن' کوئی رات ایسی نہیں ہے کہ ٹرک نہ لوٹے جاتے ہوں' دکانیں نہ لوٹی جاتی ہوں' اور کوئی پوچھتا ہی نہیں اور لوگوں نے اُس کی رپورٹ کرنا ہی چھوڑ دی ہے اس لئے کہ چوروں کو کوئی نہیں پکڑتا جو اطلاع دینے والا ہے وہ پکڑا جاتا ہے اور جتنا چور لے جاتے ہیں۔ اُس سے زیادہ سرکاری محکموں کو دے کر وہ اپنی جان چھڑاتا ہے کہ جو چوروں سے بچ گیا اب وہ انصاف دینے والے لے لیں گے۔ لہذا نہ ہی جاؤں یہ جہالت کا ثمر ہے اور اس سارے میں حکمران حکومت کر رہے ہیں' سیاست دان اپنی سیاست کر رہے ہیں' کیا سیاست دان نہیں سمجھتے کہ اس قوم کو زندہ رہنے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ پینے' پہننے اور پڑھنے کے لئے صحت مند ماحول کی ضرورت ہے۔ بالکل سمجھتے ہیں لیکن گزشتہ نصف صدی میں کسی سیاست دان نے اس پر احتجاج کیا۔ کوئی تحریک عام آدمی کے حقوق کے لئے بھی چلائی گئی۔

یہ آپ بھی دیکھ لیجئے کہ موجودہ اسمبلی وجود میں آئی اور اُس میں شاید پہلی دفعہ ملکی تاریخ میں دینی سیاسی جماعتوں کا اتحاد ہوا اور سُنی' شیعہ' دیوبندی' بریلوی' مقلد غیر مقلد سارے علماء ایک پلیٹ فارم پہ کھڑے ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں لیکن اُن کا ٹارگٹ صدر صاحب کی وردی اور ایل ایف او ایسا ایشو ہے جس سے عام آدمی کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ صدر باوردی ہے یا بغیر وردی کے ہے۔ ایل ایف او آئین کا حصہ ہے یا نہیں ہے کسی غریب کو کیا فرق پڑے گا؟ ایک دیہاتی جو بھوک سے مر رہا ہے اُس کے پاس ماں باپ کے علاج کا کوئی سبب نہیں' جس کے پاس بچوں کی تعلیم کے لئے کچھ نہیں' اُسے صدر وردی اتارنے دے گا تو کیا ہوگا؟ پہن کے رکھے گا تو کیا ہوگا؟ غریب لوگ محنت کرتے ہیں' مزدوری کرتے ہیں اور

بڑی محنت سے لوگوں نے یہاں پیاز اُگائے۔ اُس کی کئی بار گوڈی صفائی کی پھر اُسے پانی دیئے۔ جب فصل آئی تو ڈیڑھ سے دو روپے کلو تھے جب کاشتکار کی فصل آئی تو قیمت ڈیڑھ سے دو روپے کلو تھی۔ اب کاشتکار کے پاس ختم ہو گیا تو کولڈ سٹوریج سے آ رہے ہیں جو تیرہ سے لیکر پندرہ روپے تک کلو بازار میں بک رہا ہے اور وہی کاشتکار خرید کر کھا رہا ہے کیونکہ اُس کے پاس تو کولڈ سٹوریج بھی نہیں ہے کہ اُس میں رکھتا اُس کی تو مجبوری تھی کہ اُس نے بیچ دیئے لیکن اُسے ڈیڑھ سے دو روپے ملے پر کلو اب وہی خریدتا ہے تو اُسے تیرہ روپے کلو آج کا بازار کا بھاؤ ہے کہ اُسے تیرہ روپے کلو ملتے ہیں۔ تو کیا کاشتکار کے پاس باہر جانے سے یا کولڈ سٹوریج میں جانے سے اُس میں کسی نے سونے کے ورق داخل کر دیئے ہیں۔ لیکن کسی کو فرصت ہے کہ اُس غریب کی آواز سنے۔

اب مونگ پھلی کا فصل آیا' مارکیٹ میں جا کر ریٹ پوچھو تو چھ سو روپیہ من ہے زمیندار سے چھ سو روپیہ من لیکر بتیس' چونتیس' پینتیس سو روپے من بھُنی ہوئی مونگ پھلی ریڑھیوں پر بک رہی ہے اور جو دس دس دانے لفافوں میں بند کر کے بیچتے ہیں وہ تو شاید سو روپے کلو سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اُس پر ایک پیکٹ چڑھا دیتے ہیں دس دانے اُس میں ہوتے ہیں اور دس روپے کا وہ پیکٹ ملتا ہے۔ تو وہ مونگ پھلی کیا آسمان سے اتری ہے؟ جو اُس پیکٹ میں دس' بیس دانے ہیں بیس تو شاید ہی ہوتے ہوں گے کسی پیکٹ میں اور پیکٹ دس روپے کا ہے دانے اُس میں شاید آٹھ دس۔ تو اگر حکومت کو اس طرف رجحان نہیں ہے تو کیا اپوزیشن کا فرض نہیں ہے کہ وہ عام آدمی کی بات کرے اس پر بھی کوئی ایجی ٹیشن' کوئی احتجاج کسی اسمبلی میں اس پر بھی بات ہو۔

لاہور قذافی سٹیڈیم میں ریس ہوئی یا نمائش ہوئی غالباً کتوں کی نمائش تھی۔ Pet Dog امیر لوگ جو گھروں میں

> صدر باوردی ہے یا بغیر وردی کے ہے ایل ایف او آئین کا حصہ ہے یا نہیں ہے کسی غریب کو اس سے کیا فرق پڑے گا؟

کُتے شوقیہ پالتے ہیں بچوں کی طرح اُن کی نمائش۔ اب گراؤنڈ میں کتے پھر رہے ہیں۔ تو ہر کتے والی، ہر کتے والے، کے ہاتھ میں منرل واٹر کی ایک بوتل تھی اور ایسے بھی تھے جن کے پاس پاکستانی بوتلیں نہیں تھیں درآمد کی گئیں۔ امپورٹڈ منرل واٹر کی بوتلیں کتوں کے لئے تھیں۔ یہاں سے آپ دو چار قدم ادھر چلے جائیں، چار قدم ادھر چلے جائیں اللہ کی مخلوق اُن جوہڑوں سے پانی پیتی ہے جن میں بارش کا پانی آتا ہے۔ جن میں ساری رات جنگلی سور اور جنگل کے درندے گیدڑ اور بھیڑیے ساری رات وہ استعمال کرتے ہیں اور صبح اُس سے لوگ وضو کرتے ہیں اور وہی پیتے ہیں۔ کیا اگر حکومت نے توجہ نہیں دی تو کسی اپوزیشن نے اُس میں بڑے بڑے اہل علم' اب تو سارے علماء وہاں جمع ہو گئے اور اُس امت کے علماء جسے اللہ کریم فرماتا ہے۔

اخرجت للناس. تم نسل انسانی کے خیر خواہ ہو مومن ہے یا کافر۔ مومن کا نہیں کہا اللہ نے کہ تم مومنوں کی بہتری کے لئے' نہیں مومن ہے یا کافر جو بھی انسان ہے اُس کی بہتری سوچنا تمہارے ذمے ہے۔ اسمبلی میں تو شاید قیمتی پانی میزوں پہ رکھا ہو گا ان کے گھروں میں بھی پہنچ جاتا ہو گا۔ یہاں میرے پاس ایک امریکن ٹھہرا ہوا تھا۔ تو ایک جوہڑ کے پاس سے ہم گزرے مجھے کہنے لگا کہ میں تو اب پاکستان بن چکا ہوں۔ I become a pakistani میں نے کہا کیسے تم نے محسوس کیا کہ تم پاکستانی ہو وہ کہتا ہے کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں اس جوہڑ میں نہالوں۔ میں نے کہا اس طرح پاکستانی نہیں بن سکتے۔ تو پھر مجھے کیا کرنا ہو گا؟ میں نے کہا اس سے پانی پیو۔ اس نے کہا میں تو جناب مر جاؤں گا۔ میں نے کہا پھر تم پاکستانی نہیں جب تک یہ نہ پیو۔ پاکستانی تو یہ پی رہے ہیں اس پہ زندہ ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ایشیا کی پہلی پڑھی لکھی' اسمبلی اور اُس میں ملک کے چیدہ چیدہ نامور علماء اور ہر مکتبہ فکر کے علماء ہیں۔ اقتدار کے لئے لڑتے ہیں عام آدمی کے حالات کے لئے نہیں۔

میرے خیال میں میری ڈاک کافی ہوتی ہے اوسطاً پینتیس چالیس خط روز ہوتے ہیں اُس میں ایک حصہ جس میں دس' بارہ' پندرہ خط آپ کہہ لیں ایسے ہوتے ہیں کہ جی میرے کاروبار پر کسی نے جادو کر دیا۔ بھئی جادو کس نے کرنا ہے؟ تمہارے کاروبار پہ' سارے ملک کے کاروبار کا بھٹہ بیٹھا ہوا ہے اور کسی کو فرصت ہی نہیں کہ اُس طرف توجہ دے۔ تو میں سب کو لکھا کرتا ہوں کہ یہ جو حکومت اور حکمران ہیں ان کے ساتھ جو اپوزیشن ہے یہ سارا جادو ہے جب یہ کھیل سنور جائے کسی کو یہ فرصت ہو کہ ملک میں ہو کیا رہا ہے؟ کہاں ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے اور اُس کا کیا تدارک کیا جائے؟ تو پھر تو شاید یہ سوچا جا سکے کہ کسی ایک پر جادو ہو گیا۔ یہ تو سارے ملک پہ جادو ہے اور ایک ہی جادو ہے کہ جو صاحب ارباب اقتدار ہیں جو لوگ حکومت میں بیٹھے ہیں یا اپوزیشن میں انہیں آپ کی زندگی کی' آپ کے کاروبار کی' آپ کے مصائب کی' کوئی پرواہ نہیں۔ نہ اُن کے پاس فرصت ہے۔ آپ اُن کے لئے صرف اس وقت کار آمد ہیں جب آپ کو ووٹ دینا ہوتا ہے اُس وقت کوئی اسلام کا واسطہ دیتا ہے' کوئی قرآن کا واسطہ دیتا ہے' کوئی اللہ کا واسطہ دیتا ہے' کوئی روٹی کپڑا اور مکان دکھاتا ہے' کوئی اور خوبصورت خوبصورت خواب دکھاتا ہے اور عام آدمی بے چارا اتنا بے وقوف ہے کہ ہر بار بے وقوف بنتا ہے۔ جائے بھی کہاں؟ اُس کے پاس اور راستہ کیا ہے؟ کسی نہ کسی پر تو اعتبار کرے گا اور جس پہ کرتا ہے وہی اس سے فائدہ اٹھا لیتا ہے اور اُسے کہتا ہے کہ یہ تو ہے ہی بے وقوف۔ اب کہاں ہے وہ قران کا مسلمان، کہاں ہے خیر امت جس کے کندھوں پہ ساری انسانیت کا بار رکھا ہے اور اللہ کا ایک نظام ہے۔ اُس نے ایک نظام بنایا ہے کہ آپ کھیتی میں ہل چلاتے ہیں' اُسے باڑ لگواتے ہیں' رکھوالی کرتے ہیں' کھاد ڈالتے ہیں' پانی دیتے ہیں' کاشت

بھئی جادو کس نے کرنا ہے؟ تمہارے کاروبار پہ' سارے ملک کے کاروبار کا بھٹہ بیٹھا ہوا ہے اور کسی کو فرصت ہی نہیں کہ اس طرف توجہ دے۔

کرتے ہیں' پھر بھی اُس کی مرضی ہوتی ہے کتنا پھل لگاتا ہے۔ یہ سارا پراسس اس کا بندہ مکلّف ہے۔ اب اگر ایک آدمی کھیتی کاشت بھی کرتا ہے۔ بوتا بھی ہے' اُس میں بیج بھی ڈالتا ہے' پانی بھی دیتا ہے لیکن اُس کی صرف رکھوالی چھوڑ دیتا ہے تو شاید اُس کا بیشتر حصہ ویسے ہی جانور کھا جائیں گے۔ تباہ ہو جائے گا اور کوئی سرے سے بیجتا ہی نہیں تو اُس کھیتی میں کیا ہوگا؟ قدرت کا یہ کام نہیں ہے کہ جہاں انسان کے ذمے کام ہے وہ کام نہ کرے ایک آدمی شادی کرتا ہی نہیں قدرت اُسے اولاد نہیں دیتی۔

جب امت محمدیہ علی صاحبہ الصلوۃ والسلام پر پوری دنیائے انسانیت کی اصلاح کا بوجھ رکھا گیا اور امتی ہونے کے دعوے دار اپنی ذاتی اصلاح سے بھی گئے گزرے ہو گئے تو دنیا میں امن کہاں سے آئے گا؟ کیسے آئے گا؟ جو اقوام اللہ پر ایمان نہیں رکھتیں' اُن کے امن قائم کرنے کا طریقہ تو آپ نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ امریکہ نے افغانستان میں بھی امن قائم کر دیا۔ عراق میں بھی امن قائم کر دیا اور دنیا کے کم وبیش ایک سو اٹھائیس ممالک میں خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ جس میں اکثر نوے فیصد اسلحہ امریکہ بیچ رہا ہے' یہ غیر مسلم طاقتوں کے قیام امن کی کوشش ہے یعنی فساد سے فساد کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آگ ہی لائی گئی آگ بجھانے کے لئے

جہاں پہلے آگ لگی ہوئی ہے وہاں اور آگ لگاتے ہیں کہ یہ بجھ جائے گی آگ سے آگ بجھے گی کبھی فساد سے فساد کم ہوگا۔ وہ بڑھے گا۔ لیکن یہ ذمہ داری اللہ کی طرف سے تھی۔ کنتم خیر امتہ۔ تم ایک بہترین امت ہو آج بھی ہماری تمنا جو ہے' ہماری جو اپنی آرزو ہے وہ ہے کہ ہم پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح رحمت کی بارشیں نازل ہوں۔ خلفائے راشدین کی طرح' ابوبکر صدیقؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح ہم پر اللہ کی طرف سے انعامات کی بارش ہو۔ ہم ایک دنیا کو مسخر کرنا چاہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ہم بڑا بننا چاہتے ہیں اُس

کی ٹانگ توڑ دیں' اُس کا بازو توڑ دیں' اُس کے بھی کان کاٹ لیں اور ہم چوہدری بن جائیں اور اس کو ہم جہاد کہتے ہیں۔ قیام امن کے لئے ہم بھی کچھ نہیں چاہتے؟ کونسا یہ جہاد ہے کہ دس آدمی پچاس آدمی' مسجد میں بیٹھے ہیں آپ نے ایک بم پھینک دیا۔ غریب آدمی کو مزدوری کے چار پیسے ملے بازار سے سودا خریدنے گیا آپ نے بم چلایا۔ وہ مر گیا بچے یتیم ہو گئے۔ یہ کونسا جہاد ہے؟ کسی غریب کی بس جلا دی' کسی مسکین کی دکانیں لوٹ لیں' پتہ نہیں اُس نے ادھار لے کے بنائی تھیں یا اُس نے کسی سے پیسے لینے ہیں دینے ہیں۔ فکر ہی نہیں کسی کو' بازاروں کے بازار لوٹ لئے' منڈیوں کی منڈیاں جلا دیں' گھر جلا دیئے' کیا ہے؟ جہاد ہو رہا ہے یہ کونسا جہاد ہے؟ جہاد تو یہ تھا کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں چوراسی کے قریب غزوات و سرایہ ہوئے' دس سال اسلام کی حکومت رہی' مدینہ منورہ میں' تیرہ برس تو حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں گزارے جو انتہائی تکلیف دہ مشکل اور آزمائش کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اب اُس کے ساتھ ہی جنگیں شروع ہو گئیں۔ بدر میں، پھر احد میں پھر علی ہذا کام بڑھتا چلا گیا۔ پھر وصال نبوی ﷺ تک چوراسی کے قریب جنگیں حکومتی سطح پر لڑی گئیں لیکن ان چوراسی جنگوں میں مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی ایک ہزار اور کچھ لوگ مارے گئے بندے مارنا مقصد نہیں تھا بندوں کو بُرائی سے روکنا مقصد تھا۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ایک مہم پر بھیجتے ہوئے فرمایا کہ اے علی کرم اللہ وجہہ الکریم یہ بات یاد رکھنا سو کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان کر لینا دوزخ سے بچا لینا اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ اللہ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اُس کی مخلوق کو تباہ کر دیں۔ ہمیں ظلم کو روکنا ہے اور حکم ہوتا تھا

> **اب کہاں**
>
> ہے وہ قرآن کا
>
> مسلمان کہاں وہ خیر امت
>
> جس کے کندھوں پہ ساری
>
> انسانیت کا بار رکھا ہے۔

افواج اسلام کو درخت نہیں کاٹے جائیں گے' پھلدار درخت خراب نہیں کئے جائیں گے' پینے کا پانی خراب نہیں کیا جائے' فصلیں نہیں اجاڑی جائیں گی' معبد خواہ بت خانہ ہے نہ اُسے خراب کیا جائے گا نہ اُس میں رہنے والے لوگوں کو پریشان کیا جائے گا اور ہر شہری جو مقابلے میں تلوار نہیں اٹھاتا اُس پر تلوار نہیں اٹھائی جائے گی۔ آج کیا ایسا ہوتا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ عہد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی جنگیں آج کے امن سے زیادہ پُر امن تھیں۔ جتنے لوگ آج امن کے زمانے میں مارے جاتے ہیں اتنے اُن جنگوں میں نہیں مارے جاتے تھے یہ اسلام ہے۔

رب جلیل نے بندے کا اپنے پر یقین قائم رکھنے کے لئے' اعتماد قائم رکھنے کے لئے' اپنے ساتھ رشتہ قائم رکھنے کے لئے' دن میں پانچ مرتبہ کی ملاقات فرض قرار دے دی۔ دن میں پانچ بار میرے پاس آؤ۔ میری بارگاہ میں آؤ ہاتھ منہ دھو کے وضو کر کے تازہ دم ہو کر آؤ اور میرے ساتھ اپنی ساری باتیں بیان کرو۔ ساری تکلیفیں' سارے دکھ بیان کرو۔ یہ پانچ بار کی حاضری کی اللہ کو کیا ضرورت ہے؟ اُسے کیا مل جاتا ہے؟ بندہ جس کی بارگاہ میں پانچ دفعہ دن میں پیش ہوتا ہے اُس کے ساتھ اُس بندے کا رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح مال میں زکوۃ اس لئے فرض نہیں کہ اللہ کو محتاجی ہے۔ اس لئے فرض کی کہ مال ہی کی محبت میں نہ رہ جاؤ۔ مال میرا ہے تمہیں پتہ ہو کہ میں نے دیا جہاں میں حکم دیتا ہوں وہاں خرچ کرو۔ حج اس لئے فرض کیا کہ میرے حضور ساری شان وشوکت چھوڑ کر دو اَن سلی چادروں میں آؤ۔ میدان حشر بنا دو زندگی میں کہ ہر بندہ کفن پہنے ہوئے ہو دو اَن سلی چادریں کفن ہے اور کیا ہے؟ پھر رمضان المبارک فرض کر دیا کہ بارہ مہینوں میں ایک مہینہ ایسا ہو کہ تمہارا کھانا پینا' سونا' جاگنا' اٹھنا بیٹھنا' ہر کام میرے ساتھ متعلق ہو کہ اب اللہ کا حکم ہے اب فجر کی آذان ہو گئی ہے اب کھانا بند۔ مغرب کی آذان ہو گئی اب کھا پی سکتے ہو۔ رزق حلال ہے گھر میں موجود ہے برف بھرا پانی رکھا ہے۔ پیاسے بیٹھے ہیں نہیں

پیتے' فروٹ پڑا ہے کھانے طرح طرح کے پڑے ہیں۔ گھر بھرا ہوا ہے لیکن کھاتے نہیں۔ اس قدر قرب الٰہی ہو جائے کہ ہر ہر بات میں عظمت الٰہی تمہارے سامنے ہو تاکہ تمہیں مجھ پر یقین واعتماد ہو اور تم میدان عمل میں جاؤ تو وہ کرو جو میں نے تمہارے ذمے لگایا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم دوا کم لیتے ہیں اور بد پرہیزی زیادہ کرتے ہیں' نمازیں کم پڑھتے ہیں جھوٹ زیادہ بولتے ہیں۔ روزے کم رکھتے ہیں حرام زیادہ کھاتے ہیں۔ بالکل وہی بات کہ ایک مریض دوا کم لیتا ہے لیکن بد پرہیزی زیادہ کرتا ہے تو وہ مرے گا نہیں تباہ نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟ اور اُس کا نتیجہ یہ ہے ہم تو عالم کے امن کے امین تھے۔ ہم جو روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو امن دینے والے تھے خود ہمارے پاس امن نام کی کوئی چیز نہیں رہی۔ کسی کو کیا دیں گے جس کے اپنے پاس نہیں ہے ہم خود اُس نعمت سے محروم ہو گئے اور اُس ذلت میں جا گرے کہ آج ہم کافروں کے لئے کھلونا بنے ہوئے ہیں۔

ایک بہت بڑے فوجی جرنیل ہیں جو ذمہ دار ہے اور جسے وہ اب بہت کھینچ تان رہے ہیں۔ اُس نے بڑے واضح الفاظ میں وہ بات کہہ دی جو امریکہ اور مغرب چھپاتا ہے اُس نے کہا بھئی یہ جو مسلمان ہیں عرب کے شہر مکہ میں ان کا ظہور ہوا اور اُس شہر کے لوگ انہیں روز پیٹا کرتے تھے دس پانچ لوگ تھے ان کی تو کہیں حکومت نہیں رہی لیکن جب مسلمانوں کا 'اسلام کا' مکے میں ظہور ہوا تو روئے زمین سارا عیسائیوں کے ماتحت تھا اور اُس میں مصر بھی ہے۔ اُس میں اردن بھی ہے۔ اُس میں یہ ایران بھی ہے' عراق بھی ہے اور اُس میں یہ مڈل ایسٹ سارا یورپ اور سارا ویسٹ ہے یہ ساری جو ریاستیں ہیں یہ تو ہم عیسائیوں کی ہیں۔ مسلمانوں نے مکہ سے آٹھ کر' صحراؤں سے اٹھ کر' ہم سے یہ چھین لیں اب وقت آ گیا ہے کہ ان سب کو واپس چھین کر عیسائی حکومتیں قائم کی جائیں اور اُس نے کہا یہ صلیبی جنگیں ہیں۔ جو ہم لڑ رہے ہیں۔ یہ دنیا کے جتنے ممالک ہیں یہاں اسلام کہاں تھا؟ ہم تو موجود تھے' ہماری حکومتیں موجود تھیں' عیسائی حکمران تھے' بڑے بڑے بادشاہ عیسائی تھے یہ اُن سے چھین کر انہوں نے قبضہ کر لیا اور اب ہمیں یہ سب ان سے واپس لینی ہیں۔ اس پر امریکہ میں اس کی کھینچا تانی ہو رہی ہے اور اُس کے خلاف ایکشن لیا گیا کہ تم نے یہ بات کیوں کہی؟ لیکن بات تو نکل گئی بات تو نہیں روکی جا سکتی۔

امت محمدیہ پر پوری دنیائے انسانیت کی اصلاح کا بوجھ رکھا گیا اور امتی ہونے کے دعوے دار اپنی ذات اصلاح سے بھی گئے گزرے ہو گئے تو دنیا میں امن کہاں سے آئے گا؟ کیسے آئے گا؟

وصال نبوی ﷺ تک چوراسی کے قریب غزوات وسرایہ حکومتی سطح پر لڑی گئیں لیکن ان میں مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی

یعنی دنیائے کفر کو اب یہ قصہ اسی طرح یاد آیا کہ آقائے نامدار ﷺ تو مکہ کے مہاجر تھے۔ انہیں تو مکے میں کسی نے رہنے نہیں دیا یہ مسلمان دنیا پر حکمرانیاں کہاں کر رہے ہیں؟ انہیں بھگاؤ اور مسلمان ہیں کہ اپنی دال روٹی پہ لڑ رہے ہیں انہیں کسی بات کی فکر ہی نہیں ہے

اسمبلیاں ناکام ہیں دین کے دعوے دار بھی دنیا میں لت پت ہیں۔ مساجد میں گولیاں چلتی ہیں کیسا مسلمان ملک ہے عبادت گاہوں میں بم چلتے ہیں، گولیاں چلتی ہیں، لوگ مارے جاتے ہیں اسلام بدترین کافروں کے بت خانے بھی اجاڑنے کی اجازت نہیں دی گئی جہاں مساجد محفوظ نہیں ہیں تو اس عالم میں کیا ہو سکتا ہے؟

میں نے حکومت کا گلا، شکوہ کر لیا اسمبلی کا شکوہ بھی کیا، اپوزیشن کا شکوہ بھی کیا لیکن یہ ساری باتیں تب تک مفید نہیں ہیں جب تک میں اور آپ ہم اپنا جائزہ نہیں لیتے آخر ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہمیں کوئی دلچسپی ہے لوگوں کے حالات سے، ہم اُن کے لئے کم از کم دعا تو کر سکتے ہیں۔ اپنے آپ کو ظلم سے روک سکتے ہیں دوسرے کا حق نہ چھینیں۔ دوسرے کا مال نہ چھینیں۔ ہو سکے تو اُسے تحفظ فراہم کریں۔ کبھی ہم نے بھی اپنی ذات کو چھوڑ کر اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں کے بارے سوچا یا نہیں، اور اگر نہیں سوچا تو ہم بھی خیر الامت میں سے نہیں ہیں یہ ملمع تو اتر جائے گا۔ یہ جو ہم نے شیر کی کھال پہن رکھی ہے ہم مسلمان ہیں ہم نے شیر کی کھال پہن رکھی ہے اندر تو گیدڑ ہی ہے اور یہ کھال تو موت کھینچ کر اُدھر پھینک دے گی۔ اندر سے گیدڑ نکل آئے گا۔ شیر کی کھال نہیں پہنو۔ شیر بن کر دکھاؤ۔ یہ رمضان المبارک جو آرہا ہے یہ بھی ایک ریفریشر کورس ہے کہ پانی کا گھونٹ بھی پیو تو اللہ سے پوچھ کر، آرام تو اللہ سے پوچھ کر، جاگو بھی تو اللہ سے پوچھ کر، کھانے کا ایک دانہ بھی کھاؤ تو اللہ سے بات کر کے، ایک ریفریشر کورس ہے اور ہم ابھی یہ سوچ رہے ہیں کہ رمضان آرہا ہے۔ آٹا مہنگا ہو گیا۔ دال مہنگی کر دو۔ چیزوں کے نرخ بڑھا لو، کمائی کا مہینہ ہے۔ بھائی پانچ روپے پاؤ پکوڑے دیتے تھے تو اب پندرہ کر دو۔ لوگ کھائیں گے ہی، بکیں گے۔ ہمارا عجیب حال ہے کہ دنیا کچھ سے کچھ ہو جائے ہر بندہ لوٹ مار کی فکر میں ہے۔ کسی

> **ہم جو روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو امن دینے والے تھے خود ہمارے پاس امن نام کی کوئی چیز نہیں ہی۔**

دوسرے کے لئے کوئی خیر سوچتا ہی نہیں، یہ کس قسم کے مسلمان ہیں یہ کیسی مسلمانی ہے؟ ہم کیسے مسلمان ہیں تو میرے بھائی، رمضان المبارک آرہا ہے انشاء اللہ اگلا جمعہ غالباً رمضان المبارک کا پہلا جمعہ ہو گا۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس ماہ مبارک کی بڑی فضیلت بیان کی ہے شعبان المعظم کی بھی اور فرمایا رمضان شھر اللہ وشعبان شھری. او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ کہ رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا مہینہ ہے یہ بخششوں کے، رحمتیں لٹانے کے موسم اور دن ہیں بخششوں کی بہار ہے لیکن ہم بخشش چاہیں تو ہم توبہ کریں تو ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو۔ ہم یہ سمجھیں کہ ہم نے ستر برس کی زندگی میں غفلت کی، کوتاہیاں کیں، گناہ کئے، پھر اب احساس ہو گیا یا اللہ تو کریم ہے میرے پچھلے گناہ بخش دے اور مجھے آئندہ نیکی کی توفیق دے تو کوئی بڑی بات نہیں وہ قادر بھی ہے، کریم بھی ہے، اُس کی رحمت حدود سے بالاتر ہے اور وہ چاہے تو گناہوں کے بدلے بھی ثواب عطا کر سکتا ہے۔ گناہوں کے بدلے بھی نیکیاں دے سکتا ہے لیکن کوئی مانگے اور مانگے تب کہ اُسے مانے اور جو مانتا ہو ہماری طرح دیدہ دلیری نہیں کرتا۔ عظمت الٰہی کو ماننا اور اُس کی اطاعت کرنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ماننا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جائے جہاں لے جائیں وہاں جائیں۔ جہاں نہ لے جائیں، نہ جائے۔ جو کرنے کا حکم دیں کرے۔ جہاں سے روک دیں رُک جائے۔ تو اگر یہ احساس زندہ ہو جائے اور ہمیں پھر سے یہ احساس ہو جائے اللہ کریم ہے وہ ہمیں خیر امت میں شامل فرما لے۔ ورنہ یہ رمضان بھی بغیر توبہ کے نکل گیا تو شاید اگلا رمضان نصیب ہو نہ ہو۔ بہت اہم موقع ہے بخشش عام کا۔ اللہ کریم ہمیں توفیق دے۔ احساس دے اور یاد رکھیں ہم دنیا کے امن کی شکایت کرتے ہیں دنیا میں قیام امن مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ مسلمان ذمہ دار ہیں۔ اللہ کریم عالم اسلام کی اصلاح فرمائے۔ آمین

جہاد کیا ہے؟

آج کل لفظ جہاد ہمارے ہاں بڑا متنازعہ فیہ ہے اور اس کی عجیب عجیب تعبیریں سامنے آرہی ہیں۔ کسی نے پڑوسی کو قتل کرنا جہاد سمجھ رکھا ہے۔ کسی نے دوسرے عقیدے یا نظریے کے لوگوں کو قتل کرنا جہاد سمجھ رکھا ہے۔ کسی کے نزدیک جہاد صرف مار دھاڑ اور قتل و غارت گری کا نام ہے۔ جہاد جہد سے مشتق ہے۔ جہد کہتے ہیں انتہائی کوشش کو' انتہائی محنت کو' ایسی کوشش جس میں جسمانی قوت بھی شامل ہو۔ قلبی قوت فیصلہ بھی شامل ہو۔ انسان کی ذہنی قوت بھی شامل ہو اور ایسی کوشش جو اسلام کی ترویج کیلئے خلوص دل سے کی جائے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 17-10-2003

بسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمo

ام حسبتم ان تترکو ولما یعلم اللّٰہ الّذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللّٰہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ oواللّٰہ خبیر' بما تعملون.

سورۃ التوبہ کی یہ آیت کریمہ دسویں پارے میں ہے۔

اللہ کریم اپنی ذات میں جس طرح ازلی وابدی ہے' اس کی صفات بھی اُسی طرح ازلی وابدی ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ کے لئے رہیں گی۔ اُس کی صفات میں' اُس کا علم سب کچھ پہلے سے جانتا ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں جو اُس کے علم میں نہ ہو لیکن انسان کا معاملہ' انسان کی اپنی ذات کے حوالے سے بہت عجیب ہے یہ اللہ کریم کی شاہکار تخلیق ہے۔ نہ صرف دینی اعتبار سے بلکہ میڈیکل سائنس کے اعتبار سے بھی اس کی تشریحات جو لوگ پڑھتے ہیں جو لوگ سمجھتے ہیں' جو لوگ جانتے ہیں' انہیں حیران کر دینے کے لئے کافی ہے کہ اس کے ایک ایک سیل کا دوسرے سیل کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور پھر ایسی عجیب بات ہے کہ جس چیز میں اسے کمال حاصل ہے اور جس چیز نے اسے درجہ کمال تک پہنچایا میڈیکل سائنس اُس کو جانچ ہی نہیں سکتی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اس کے مادی جسم کی تشریح تو کر سکتی ہے لیکن اس کی جو عظمت کا راز ہے وہ تو اس کی کیفیات میں ہے۔ چونکہ جو مادی جسم ہے وہ تو ہر ذی روح' ہر جانور کا ہے۔ نباتات کا ہے۔ جمادات کا ہے۔ اور پتھر کو یا جمادات کو توڑتے توڑتے توڑتے آپ ایٹم تک جا پہنچے اور پھر اُس میں سے وہ مثبت' منفی' بجلی کے اثرات اور پھر اُس میں سے چلو کسی کی بھلائی کے لئے' یا کسی کی تباہی کے لئے' لوگوں نے ایٹمی ایجادات کر لیں۔ اُس ایک ذرہ خاک یا اُس ایک پتھر کے باریک ترین ذرے کے اندر کیا قوت چھپی تھی وہ پالی گئی۔

سنجیدہ زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کی نافرمانی سے بچنا، اُس کی اطاعت و فرماں برداری کے لئے کوشاں رہنا اور اپنے آپ کو اُس کے احکام لئے مجبور کر دینا فرمایا یہ جہاد اکبر ہے۔

اس مادی وجود' اس مادی دل میں' جو ایک کیف ہے جسے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔ وہ کیف کیا ہے؟ اُس میں طاقت کتنی ہے؟ وہ کرتا کیا ہے؟ اُس کی کیفیات اُس پہ کیسے وارد ہوتی ہیں؟ وہ سوچتا کیا ہے؟ انسان عمل کیسے کرتا ہے؟ اُسے یہ کسی بھی مادی علم کے بس کی بات نہیں اور یہی بات اِس کی فضیلت کا سبب ہے اگر اسی صفت کو انسان کھودے یعنی اُس کے قلب میں کیفیات نہ رہیں تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ oتو پھر انسان عام چوپائے کی طرح ہو جاتا ہے بلکہ اُس سے بھی گیا گزرا ہو جاتا ہے۔ کہ عام چوپائے کو تو انسانی شرف ملا ہی نہیں یہ ایسا بدنصیب ہے کہ انسانی شرف ملنے کے

باوجود اُسے ضائع کر کے چوپائے کی سطح پہ چلا گیا۔ چوپائے کی زندگی کیا ہے؟ پیٹ بھرنا' وقت گزارنا' بچے پیدا کرنا' بچے پالنا' انسانی زندگی کا بھی مقصد یہی رہ جاتا ہے کہ اُسے کھانا مل جائے۔ اُسے گھر مل جائے۔ وہ بچے پال لے اور مر جائے لیکن واقعی اگر اُس میں شرف انسانیت ہو تو اپنی عملی زندگی سے وہ ثابت کرتا ہے کہ میں انسان ہوں۔ اللہ کریم مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے جانتے ہیں کہ کون کیا کرے گا؟ یہ تو اُن کے علم کی بات ہے لیکن دنیا کی آزمائش گاہ میں اتارنے کے بعد اس نے یہ طے کر دیا کہ اپنے علم پر میں کسی کو سزا نہیں دوں گا۔ اُس کے عمل پر دوں گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب تجھے میں نے یہ شرف بخشا اب تو کیا کرتا ہے؟ تو یہی بات یہاں فرمائی گئی۔ اَم حسبتُم اَن تُتر کوا o کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ تمہاری کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ کوئی تمہاری اہمیت نہیں ہوگی۔ بس ایسے ہی آئے اور چلے گئے نہیں' ایسا نہیں ہوگا۔ ولمّا یعلم اللّٰہُ الذینَ جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دُونِ اللّٰہ و لا رسولہ ولا المومنین ولیجۃً o یا اس بات کو اللہ پرکھے گا نہیں کہ تم میں سے کس نے اُس کی راہ پہ جہاد کیا۔ آج کل یہ لفظ جہاد ہمارے ہاں بڑا متنازعہ فیہ ہے اور اِس کی عجیب عجیب تعبیریں سامنے آ رہی ہیں۔ کسی نے پڑوسی کو قتل کرنا جہاد سمجھ رکھا ہے۔ کسی نے دوسرے عقیدے یا نظریے کے لوگوں کو قتل کرنا جہاد سمجھ رکھا ہے۔ کسی کے نزدیک جہاد صرف مار دھاڑ اور قتل و غارت گری کا نام ہے۔

جہاد جہد سے مشتق ہے۔ جہد کہتے ہیں انتہائی محنت کو' انتہائی کوشش کو' ایسی کوشش جس میں جسمانی قوت بھی شامل ہو۔ قلبی قوت فیصلہ بھی شامل ہو۔ انسان کی ذہنی قوت بھی شامل ہو۔ ایسی کوشش جو خلوص دل سے کی جائے۔ جہاد اس سے مشتق ہے اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی مرضیات کو قائم کرنے کے لئے اللہ جن کاموں کا حکم دیتا ہے۔ جن میں اللہ کی رضا ہے اُن کاموں کو کرنے کے لئے پورے خلوص سے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ذاتی امور میں اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کو جہاد اکبر فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ ایک جہاد سے واپس آ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا۔

تم سے منوانے کے لئے تمہارے کردار کو میدان حشر میں پیش کرے گا کہ تم دعوی تو میرے عشق کا کرتے تھے کام تو تم نے یہ کیا۔

رجعنا من الجهاد الاصغر الى جهاد الاكبر. اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔ کہ ہم جہاد اصغر یعنی چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔ میدانِ کارزار میں جہاں جانیں قربان کرنا پڑتی ہیں۔ اُسے نبی رحمت ﷺ چھوٹا جہاد قرار دے رہے ہیں اور واپس آ کر اپنے گھروں میں قیام کرنے کو بڑا جہاد قرار دے رہے ہیں۔ وہاں ایک جذبہ بھی ہوتا ہے ظالم مخالف کافر طاقت مقابل ہے اور بندہ ایک جذبے کے ساتھ لڑ جاتا ہے۔ وقتی طور پر وہ جان دے بھی سکتا ہے اور جان لے بھی سکتا ہے لیکن یہاں سنجیدہ زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کی نافرمانی سے بچنا اور اُس کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے کوشاں رہنا اور اپنے آپ کو اُس کے لئے مجبور کر دینا فرمایا یہ جہاد اکبر ہے۔ جو ہر لمحہ بندے کے ساتھ ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں' جس وقت جہاد نہ ہو رہا ہو۔ فرمایا یہ مت سوچو اے نوعِ انسان! کہ تم آئے' تم نے کھایا پیا' تم چلے گئے اور تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا نہیں' تمہیں جو عظمت دی' تمہیں جو قوت دی' تمہیں جو قلب دیا' لطیفہ قلب دیا' پھر تمہیں ایک دل کی نظر دی کہ تم جمال باری سے سیراب ہو سکتے ہو' تم عظمت الٰہی سے باخبر ہو سکتے ہو۔ اور اتنے باخبر ہو سکتے ہو کہ وہ مطلوب رہ جاتا ہے۔ تم اُس کے طالب رہ جاتے ہو تم اُس کے عاشق ہونے کا دعوی کرتے ہو۔ تم اُس کے وصال کے طلبگار ہوتے ہو۔ پھر یہ اسلام میں داخلہ ہی لا الٰہ الا اللہ عشق الٰہی کا اظہار ہے کہ کوئی بھی دنیا میں لائق عبادت نہیں ہے۔ کہیں کسی جگہ زمین و آسمان' کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ

کے۔ یہ ایک ایسا رشتہ، ایسا تعلق ظاہر کرتا ہے کہ عشق کی بھی یہ انتہا ہے۔

قیس کو مجنوں کہتے ہیں۔ اُسے لیلیٰ سے عشق تھا ایک روایت میں، میں نے پڑھا مولانا لکھتے ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے وہ کہتے ہیں میں نے یہ پڑھا کہیں نہیں ہے لیکن میں نے اپنے اساتذہ سے یہ واقعہ سنا تھا۔ وہ فرماتے ہیں یہ جو قیس تھا یہ حضرت حسنؓ کا ہم درس تھا' ہم عمر بھی تھا' اکٹھے پڑھتے رہے۔ جب امیر معاویہؓ حضرت حسنؓ میں صلح ہوئی اور آپؓ نے حکومت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی اور سارا اختلاف ختم ہو گیا اور امن قائم ہو گیا تو آپؓ حج کو چلے اور آپؓ نے قیس سے کہا کہ بھئی میرے ساتھ چلو راستے میں گپ شپ رہے گی۔ اب حج کے سفر پہ جا رہے ہیں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ' تو آپؓ نے راستے میں قیس سے بات کی اور فرمایا بھائی قیس دیکھو میں نے کتنا بڑا کام کیا ہے کہ خلافت وحکومت کو چھوڑ دیا اور اپنے چچا کے سپرد کر دی۔ میری اس قربانی سے جو امت میں ایک جھگڑے کا اور تفرقے کا سماں بن گیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ مسلمان فوجیں اور مسلمان قوت پھر سے یکجا ہو گئی ہے اور کفر کے مقابلے کے لئے ہم پھر سے تیار ہیں۔ تو وہ اپنی سواری پہ بیٹھا ساتھ جا رہا تھا تو وہ کہنے لگا کہ حسن بھائی حق بات کہو تو خلافت نہ تمہیں بجتی ہے اور نہ امیر معاویہؓ کو بجتی تو وہ حیران ہو گئے انہوں نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ بھئی تیسرا تو کوئی خلافت کا مدعی ہی نہیں ہے تمہارے نزدیک خلافت کس کو بجتی ہے؟ تو کہنے لگا بجتی تو لیلیٰ کو ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ انت مجنون۔ تو پاگل ہو گیا ہے۔ یعنی کہاں کی بات چل رہی ہے بات حکومت وسلطنت کی ہے' خلافت کی ہے' لیلیٰ ایک عام عرب خانہ بدوشوں کے سردار کی بیٹی ہے۔ نہ اُس سردار کا دعویٰ خلافت کا ہے نہ اُس کی بیٹی کا' نہ وہ اتنا بڑا سردار ہے۔ چھوٹے سے قبیلے کا سردار ہے۔ ایک عام کاشتکار' اونٹوں کے چرانے والا ہے لیکن اُس کے دل میں لیلیٰ ایسی سمائی ہوئی ہے کہ اُسے نہ خلافت سے سروکار ہے۔ نہ اُسے حضرت حسنؓ کی عظمت کا پاس ہے۔ نہ اُسے امیر معاویہؓ کی جگہ کا احساس ہے۔ نہ اسلامی سلطنت کا' اُس کا اوڑھنا بچھونا' اُس کی ساری سوچ' ایک لیلیٰ کے گرد گھوم رہی ہے مجنوں کے نام سے انہیں ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ نام حضرت حسنؓ نے اُسے دیا۔

> جس بندے کو یہ تمیز نہیں ہے کہ جو میں کھا رہا ہوں یہ حلال ہے' حرام ہے' ڈاکے کا مال ہے صدقے کا مال ہے جہاد کیا خاک کرے گا؟ ہاں فساد کرے گا۔ جہاں چاہو لڑا دو۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محبت ایک شخص پر' ایک ذات' اس طرح مسلط ہو گئی کہ اسی واقعہ میں کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں اُس کے باپ نے بیت اللہ کے پردے کو تھام کر دعا کی اُسے پاس کھڑا کر کے کہ اے میرے پروردگار' یہ میرا بیٹا بیمار ہو گیا ہے۔ اس کی عقل کام نہیں کر رہی' یہ دین دنیا دونوں سے گیا۔ یا اللہ اسے شفا عطا کر دے۔ اس کی بیماریاں ختم کر دے۔ وہ پاس کھڑا تھا اُس نے کہا یا اللہ میرے باپ کی ساری دعا قبول کرنا لیکن عشق لیلیٰ کے سوا۔ اُسے اُسی حال پہ رہنے دے باقی سب ختم کر دے۔ یہی بات یہاں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ تم سمجھتے ہو کہ تم آئے گزر گئے۔ کچھ نہیں ہوگا۔ ایسی بات نہیں ہے وہ جاننا چاہتا ہے۔ **یعلم اللّٰہ الذین جاھدوا منکم** o آزمانا چاہتا ہے' جانتا تو وہ ہے' تم سے منوانے کے لئے تمہارے کردار کو میدان حشر میں پیش کرے گا کہ تم دعویٰ تو میرے عشق کا کرتے تھے کام تو تم نے یہ کیا۔ زندگی تم نے کہاں صرف کر دی؟ اور دعویٰ میرے عشق کا کرتے رہے یعنی عظمت الٰہی جس طرح لیلیٰ مجنون کے ذہن یا دل پہ سوار تھی اس سے زیادہ سوار ہو جائے۔ ہر کام میں' ہر بات میں' ہر ادا میں' یہ ہو کہ بھئی نہیں کسی کی بات نہیں چلے گی۔ اللہ کی چلے گی۔ جہاد یہ ہے۔ جہاد شروع ہوتا ہے اپنے اندر سے' اپنے دل سے' اپنے باطن سے' اپنے ضمیر سے' کہ وہاں جنگ کی جائے کہ نہیں' بھئی تیری خواہشیں بے شمار ہیں۔ بات تیرے چاہنے کی نہیں' بات اُس کے چاہنے کی ہے۔ تیری کیا حیثیت ہے؟ تو کون ہوتا ہے؟ وجود کے اندر نفس ہے وہ چونکہ مادے کے ملنے

سے بنا ہے اُس کی ساری خواہشات مادی ہوتی ہیں۔ آگ، مٹی، ہوا، پانی، جب ملائیں تو نفس پیدا ہوا۔ تو اس کی چونکہ تخلیق ہی مادے سے ہے۔ اس کی ساری خواہشات مادی ہوتی ہیں لیکن وہاں یہ کہہ دینا کہ نہیں، بھئی نہ تیری بات چلے گی نہ میری چلے گی۔ یہ عظمت تو صرف اللہ کو سجتی ہے بات اُس کی چلے گی، جہاد یہاں سے شروع ہوتا ہے اور جو لوگ یہ جہاد نہیں کر سکتے میدان عمل میں قتل وغارت گری کرتے ہیں۔ اُن سے جہاد نہیں ہوتا اور اُس پر کوئی ثمرات مرتب نہیں ہوتے۔

آپ نے دیکھا اللہ سب کا جہاد قبول فرمائے لیکن جہاد کے نام پر کتنے عرصے سے قتل وغارت گری ہو رہی ہے۔ کیا مثبت نتیجہ نکلا؟ ایک کام ہوتا ہے اور وہ جہاد ہے اللہ کے لئے ہو رہا ہے تو اُس پہ پھل کیوں نہیں لگتا؟ جو بندہ اللہ کو سجدہ خلوص سے نہیں کر سکتا، فرائض نہیں ادا کرتا، جس بندے کو یہ تمیز نہیں ہے کہ جو میں کھا رہا ہوں یہ حلال ہے، حرام ہے، ڈاکے کا مال ہے، صدقے کا مال ہے، زکوۃ کا مال ہے، چوری کا ہے، یا کسی جائز ذریعے سے آیا ہے تو جہاد کیا خاک کرے گا ہاں فساد کرے گا۔ جہاں چاہو لڑا دو۔ کسی کو مار دے گا۔ خود مر جائے گا اور فساد کا پھل تباہی ہوتا ہے۔ ہر طرف دیکھ لو۔ ہمیں سوائے تباہی کے ملک میں ملک کے باہر کیا مل رہا ہے؟ جہاں جہاد ہوتا ہے وہاں اُس پہ ثمرات مرتب ہوتے ہیں اور انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ جہاد کو پانے کے لئے اپنے دل سے، اپنے اندر سے اپنے ضمیر سے، اپنے آپ سے جنگ شروع ہوتی ہے جو لمحہ لمحہ جاری ہوتی ہے۔ انسان ہے اُس کی ضروریات ہیں۔ اُس کی اولاد ہے۔ اُس کے مسائل ہیں۔ اُن کی خواہشات ہیں۔ بے شمار چیزیں ایک بندے کو گھیر لیتی ہیں۔ اب وہ بچوں کو بھی راضی رکھنا چاہتا ہے۔ خاندان کو بھی خوش رکھنا چاہتا ہے۔ اُن کا آرام بھی چاہتا ہے۔ اُس کی اپنی خواہشات اور ضرورتیں ہیں

> **بے شمار خواہشیں جمع ہو جاتی ہیں تو پھر بیٹھ کے یہ سوچنا کہ ضرورتیں پوری ہوں لیکن اللہ کی رضا کے خلاف نہ ہوں۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ یہاں سے جہاد شروع ہوتا ہے۔**

جب بے شمار خواہشیں جمع ہو جاتی ہیں تو پھر بیٹھ کے یہ سوچنا کہ ضرورتیں پوری ہوں لیکن اللہ کی رضا کے خلاف نہ ہوں۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے یہاں سے جہاد شروع ہوتا ہے اور اللہ کی رضا میں اگر کھونا پڑے تو یہ خواہشات ہی نہیں خواہش کرنے والے بھی کھو جائیں تو کوئی بات نہیں۔

حضرت حسینؓ کا یزید کے ساتھ خلافت کا جھگڑا نہیں تھا یہ بالکل حق بات ہے۔ جھگڑا اُن کا یہ تھا کہ انہیں اس کے کردار پہ کچھ اعتراضات تھے۔ اپنا کردار درست کر لو یا خلافت چھوڑ دو۔ اُن کو اُس کے جو امراء تھے انہیں حکم تھا ان سے میری بیعت لو۔ وہ اُن سے بچ کر مکہ مکرمہ چلے گئے مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مڈ بھیڑ ہو گئی۔ اب جھگڑا صرف یہ تھا کہ جو لشکر اہل کوفہ کا تھا اُس کا مطالبہ تھا کہ آپؓ یزید کی بیعت قبول کر لیں۔ ہم آپؓ کی خدمت کریں گے، آپؓ کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے، جدھر آپؓ نے جانا ہے لے کر چلیں گے، اگر آپؓ عنہ بیعت قبول نہیں کریں گے تو یہاں سے ہم آپ کو آگے نہیں جانے دیں گے۔ انہوں نے کہا بھائی! یہ بات تم مجھ سے بنوک شمشیر نہیں منوا سکتے۔ جو میرے اعتراضات ہیں اُن کو وہ دور کر دے۔ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ میں خود یزید سے بات کرتا ہوں۔ وہ میری بات قبول کر لے میں اُس کی بیعت کر لوں گا۔ مجھے خلافت نہیں چاہیے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا خلیفہ ایسا ہونا چاہئے جو چند قباحتیں اس میں ہیں وہ نہیں ہونی چاہئیں۔ اگر اُن سمیت تم کہو کہ میں اُس کی بیعت کر لوں میں نہیں کروں گا۔ ہم تو آج پرویز مشرف سے لڑ رہے ہیں کہ اس نے ایل۔ایف۔او بنا دیا۔ اس نے وردی پہنی ہوئی ہے۔ اُسی وردی اور ایل۔ایف۔او سمیت ہم نے الیکشن لڑ لیا لیکن انہوں نے نہیں لڑا۔ انہوں نے کہا نہیں، پہلے وہ اپنی اصلاح کرے۔ پھر بات کریں گے انہوں نے کہا آپؓ بیعت نہیں کریں گے تو آپؓ کے خاندان کو، سب کو ذبح کر دیں گے۔ انہوں نے کہا جی ذبح ہو جانا الگ بات ہے۔ میں سمجھتا

ہوں کہ حق پر اولاد' ازواج میں خود ہم سب ذبح ہو جائیں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں لیکن خلاف حق کو حق ماننا یہ درست نہیں ہے۔ وہاں بھی یہ ہو سکتا تھا کہ وہاں بیعت کر لیتے اور دربار میں جا کر اعتراض کر لیتے انہوں نے کہا نہیں' جس طرح ہم نے کیا ہے۔ ہم نے ایل۔ایف۔او اور وردی کے سمیت الیکشن لڑ لیا۔ اب ہم چیخ چیخ کر' سارے ملک میں شور مچا رہے ہیں۔ کوئی کام نہیں ہونے دیتے' کسی کی شنوائی نہیں ہوتی' کوئی سسٹم نہیں چل رہا۔ وردی اور ایل۔ایف۔او پر جھگڑا چل رہا ہے۔ وردی اور ایل ایف او کو پہلے قبول کیوں کیا؟ کیوں الیکشن میں آئے تھے؟ اُس وقت وردی بھی تھی اور ایل ایف او بھی تھا۔ انہوں نے یہ نہیں کیا کہ جن باتوں پہ مجھے اعتراض ہے اُن سمیت میں بیعت نہیں کرتا۔ اب اُن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی امانتیں تھیں' عام لوگ نہیں تھے۔ خونِ پیامبر ﷺ تھا۔ خاندان پیامبر ﷺ تھا۔

سوال تو یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام روزِ حشر حضرت حسینؓ کو پکڑ لیں کہ تو اپنی جان دیتا تو نے میری ساری اولاد کو کیوں ذبح کرا دیا؟ تو کون ہوتا ہے؟ معصوم بچوں کے گلے کٹوا دیئے۔ کتنا بڑا سوال ہے تو یہ سارا سوچ کر انہوں نے بھی قدم اٹھایا۔ کہ جب میں حق پر ہوں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مرضی کے لئے کر رہا ہوں تو پھر جو بچتا ہے بچے' جو نہیں بچتا نہ سہی۔ یہی جواب اُن کا روزِ حشر بھی ہے کہ میں نے تو آپ ﷺ کی تعلیم پر سب کو قربان کر دیا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات رہیں' حق وانصاف رہے' میں ظلم وجور کا اور زبردستی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اب اس پہ خاندان رسالت ﷺ قربان ہوتا ہے تو ہو جائے یہ تو جہاد ہے ہر شخص عرصہ کربلا میں ہے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی کربلا ہے۔ حضرت حسینؓ کی اپنی کربلا تھی۔ میری اور آپ کی اپنی حیثیت کے مطابق اپنی کربلا ہے۔

میں نے آپ ﷺ کی تعلیم پر سب کو قربان کر دیا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات رہیں' حق وانصاف رہے' میں ظلم وجور کا اور زبردستی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

ہمارے بیوی بچے' ہماری اولاد' ہماری ذاتی ضروریات' ہمارے رشتہ دار' احکام الٰہی کو پامال کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ ہمیں اللہ بھول جاتا ہے اور ان کے لئے چوبیس گھنٹے سرگرداں رہتے ہیں۔ اُس پر تو ہم فرض سجدے بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ حلال حرام بھول جاتا ہے۔ تو جب یہاں جہاد آ جاتا ہے تو وہ فرماتا ہے میں دیکھوں گا کہ کون تم میں سے میری راہ میں جہاد کرتا ہے' کون دنیوی نقصانات برداشت کر کے' میری بات اور میرے حکم کو تکمیل تک پہنچانے کی جرات کرتا ہے اور اصل حق بات یہ ہے۔

ولم یتخذوا من دون اللّٰہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ o کہ اُس کی یاری اللہ اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے ایماندار بندوں کے علاوہ کسی سے نہ رہے' کوئی ناراض ہوتا ہے ہو جائے' یہ سنگت' یہ دوستی نہ ٹوٹے۔ ولیجۃ۔ کا پنجابی ترجمہ کیا جائے تو یاری بنے گا اردو میں دوستی بنے گا۔ کچھ ہو جائے وہ کہے جی یار کی یاری پہ سارا جہان قربان ہے۔ میرا تعلق اللہ سے ہے۔ میرا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے اور اُس بندے سے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا غلام ہے میں سب کا خادم ہوں اس کے علاوہ جسے روٹھنا روٹھ جائے مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔

تو شرف انسانیت کا سبب یہی قوت فیصلہ' یہی احساس' اور دل کی یہ کیفیات ہیں کہ وہ صرف جانوروں کی طرح اپنی خواہشات کو نہ تولے' اپنے تعلق اور اپنے رشتوں کو وہاں لے جائے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ آدمی تو بڑا عام سا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں' یہ ہم سمجھتے ہیں لیکن وہ کتنا عظیم انسان ہے کہ جس کے سونے جاگنے' کھانے پینے' کمانے خرچ کرنے' دوستی اور دشمنی' کے سارے پروگرام اللہ ترتیب دیتا ہے۔ کتنا عظیم انسان ہے وہ کہ جس کی زندگی کے شب وروز کے پروگرام' کام کاج اور اُن کے طریقے خود اللہ متعین فرماتا ہے۔ اب اُس بندے کی عظمت کا کیا ٹھکانہ۔ وہ مزدور ہو' غریب ہو' میرے اور آپ کے لئے اُس کی کوئی

حیثیت نہ ہو لیکن جاننے والے تو جانتے ہیں کہ یہ انسان کتنا اہم اور کتنا عظیم ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام جلوہ افروز تھے ایک غریب نوجوان صحابی فاصلے سے گزر رہا تھا' لباس فرسودہ' بال پریشان' افلاس چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اہل مجلس پر سوال فرمایا کہ بھئی اس نوجوان کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ایسے خبطی سا بندہ ہے' کوئی اس کا خاندان' قبیلہ بھی نہیں ہے۔ کوئی اس کی اہمیت نہیں ہے اس کا تو یہ حال ہے کہ اگر یہ کسی سے درخواست کرے تو اسے کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ بھی نہ دے۔ عرب میں اُس وقت بھی اور اسلام میں ہماری طرح کے رواجات نہیں ہیں جو ہمارے ہاں رشتوں کے ہیں۔ منتیں کرو' پھر سفارشیں کراؤ' پھر اُس سے کہلاؤ۔ اُس سے پھر زبردستی کر کے ایک رشتہ کرو یہ نہیں کرتے۔ بیٹیوں والوں کو فکر ہوتی ہے کہ کوئی اچھا بچہ مل جائے۔ مناسب جگہ مل جائے اور وہ اس میں بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ کسی سے کہہ دیتے ہیں کہ بھئی میری بچی نکاح میں لے لو اس سے وہ جھجک نہیں کرتے۔ اب بھی بڑی حد تک ایسا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ خود کسی سے حالانکہ بچی والے کہتے ہیں کہ میری بچی لے لو۔ یہ کسی سے خود بھی درخواست کرے تو اسے کوئی رشتہ بھی نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے لوگوں کے نزدیک اس کی حیثیت ایسی ہو لیکن اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ یہ ہے کہ یہ کوئی بات کہہ دے تو اللہ رد نہیں کرے گا وہ پوری ہو جائے گی۔ کسی کام کسی بات کے بارے یہ کچھ کہہ دے کہ ایسا ہوگا۔ اللہ اس کی بات رد نہیں کرے گا۔ اس کی بات پوری ہو جائے گی۔

یہ لباس' یہ دولت' یہ چودہراہٹ' کوئی بات نہیں بات اُس قلبی کیف پہ ہے' اُس تعلق پہ ہے کہ کس کا رب کے ساتھ کیا رشتہ ہے وہی بات یہاں آ گئی کہ دیکھا یہ جائے گا کہ اللہ سے یاری کس کی پکی ہے اور کتنی پکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے تعلق کتنا مضبوط ہے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ رشتہ کیسا ہے؟ کیا اس رشتے کے لئے کچھ قربان کر سکتا ہے۔ اپنی خواہشات' اپنی ضروریات' اپنے اوقات' یہاں تو عالم یہ ہے کہ ہم فارغ ہوں تو سجدہ بھی کر لیتے ہیں۔ فرصت نہ ہو تو کہتے ہیں نماز کا خیال ہی نہیں آیا عجیب بات یہ ہے کہ ہم جملہ یہ استعمال کرتے ہیں۔ خیال ہی نہیں رہا۔ اتنی اہمیت نہیں ہے کہ وہ فرائض جو ہیں وہ یاد تو رہ جائیں۔ اور فرمایا دیکھا یہ جائے گا کہ کس نے اللہ سے تعلق کا حق ادا کیا کس نے محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنے تعلق کا حق ادا کیا کس نے اللہ کے بندوں سے تعلق رکھا اور یہ بات یاد رکھو۔

میرا تعلق اللہ سے ہے۔ میرا تعلق محمد رسول ﷺ سے ہے اور اُس بندے سے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا غلام ہے میں سب کا خادم ہوں اس کے علاوہ جسے روٹھنا ہے روٹھ جائے مجھے کسی کی پرواہ نہیں

واللہ خبیر بما تعلمون ο جو چاہو کرتے رہو لیکن ایک بات یاد رکھو جو کچھ کر رہے ہو اُس کی اللہ کو خبر ہے۔ اللہ کے سامنے کر رہے ہو۔ اُس کے روبرو کر رہے ہو۔ اُس سے چھپ کر تم کچھ نہیں کر رہے۔ سارا جہاد اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے اور معاشرے میں جہاد اور اصلاح کا کام وہی لوگ کرتے ہیں جو اپنی ذات سے جہاد کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ بظاہر وقتی طور پر اگر انہیں دنیوی اعتبار سے ناکامی بھی ہو جائے۔ انجام کار غلبہ حق کا ہی ہوتا ہے۔ جنگوں میں اُتار چڑھاؤ' مقابلے میں' جہاد میں' ہونا اور بات ہے لیکن آخر کار اور نتیجے کے اعتبار سے حق غالب رہتا ہے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں جو خلوص سے عشق الٰہی میں اللہ کے رسول ﷺ سے وفا کرنے میں' اللہ کے بندوں کے ساتھ دوستی نبھانے میں خلوص نیت سے' اپنی ذات اپنے وجود سے لیکر ماحول اور معاشرے تک ہر جگہ حق کا ساتھ دیتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور توفیق جہاد ارزاں فرمائے۔

آمین ثم آمین

کلام شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گردسفر، نشان منزل، متاع فقیر، آس جزیرہ، دیدہ تر، کونسی ایسی بات ہوئی ہے، سوچ سمندر شائع ہو چکے ہیں۔

تیری خلوت باعث جلوت زمانوں کے لئے
مطلع انوار ہے ہر دو جہانوں کے لئے

ہے خوشا قسمت وہ پتھر، وہ پہاڑی، وہ حرا
وہ کتاب حق کی رو پہلی کرن کی ابتدا

آپ، اس کنج نہاں میں ہو گئے جلوہ فگن
لے گئی بازی جہاں پر اِس پہاڑی کی پھبن

بن گیا ویرانہ وہ دربار شاہ دوسرا
قاصد رب علیٰ اس در پہ آ حاضر ہوا

قسمت نوع بشر تبدیل کر دی آپ، نے
جذبہ ہائے قلب کی تکمیل کر دی آپ نے

نفرتوں کی آگ میں جلتی تھی انساں کی نسل
آپ نے تلخی کو بدلا بن گئی شریں عسل

پھر محبت کے قرینے قلب انسان پا گیا
ابر رحمت چاہنے والوں کے سر پہ چھا گیا

کتنے بت ٹوٹے ہوئے، ویران کتنے بت کدے
بن گئے معبد خدا کے، جو بنے تھے مے کدے

تھی فقط اک غار جس کو ثور کا دیتے تھے نام
آپ کے تشریف لانے سے بنا اس کا بھی کام

دیکھنے جاتے ہیں جس کو دہر سے جن و بشر
کر کے آتے ہیں فرشتے آسمانوں سے سفر

آیئے اِک لمحہ بھر قلبِ حزیں میں ٹھہریئے
مر رہی ہے ہجر میں مردہ زمیں میں ٹھہریئے

آپؐ کے آنے سے یہ پھر سے جواں ہو جائے گی
قلب کی مٹی مری، جنت نشاں ہو جائے گی

قلب میں سیماب کے پھر سے بہار آجائے گی
پھر بڑھیں گی رونقیں پُر کیف مستی چھائے گی

اسلام آج کے عہد کی ضرورت ہے

آج کے مولوی اور پیر ہم اسلام کا سمبل Symbol بن گئے ہیں حالانکہ ہم اسلام کا سمبل نہیں ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مولوی کی سوچ وقت کا ساتھ نہیں دے رہی تو یہ درست ہے۔ یہ کہا جائے کہ پیر صاحب کا تعمل یا کردار وقت کا ساتھ نہیں دے رہا تو یہ بھی درست ہے لیکن یہ کہنا کہ اسلام وقت کا ساتھ نہیں دے رہا یہ اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اسلام اپنی بعثت سے لیکر قیامت تک کیلئے نازل ہوا ہے۔ کوئی ایسا دور نہیں جس میں اسلام اس کا ساتھ نہ دے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 12-9-2003

بسم الله الرحمن الرحیمo

ان الدین عِندالله الا سلام و من یبتغ غیر اسلام دینا فلن یقبل منه o

ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ آئندہ آنے کا امکان ہے۔ اللہ کریم نے زندگی کا جو اسلوب اپنی مخلوق کو عطا فرمایا ہے۔ وہ اُسی کی پابند ہے اور پابند رہے گی۔ شیر نے گھاس کھانا شروع نہیں کیا۔ گائے بیل اور بھیڑ بکریاں گوشت نہیں کھاتیں اور نہ کبھی ایسا ہونے کا امکان ہے۔ اس طرح انسانی زندگی کی ضرورتیں، حقوق و فرائض کا تعین۔ کس کا حق کتنا ہے اور اُسے کتنی آسانی سے ملتا ہے کس کے ذمے فرائض کیا ہیں اور وہ کس دیانت و امانت کے ساتھ وہ فرائض ادا کرتا ہے ساری زندگی اس ایک جملے حقوق اور فرائض کے گرد گھومتی ہے۔

یاد رکھیں اسلام میں حق معاف کرنے کی حق میں رعایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ آدمی کا اپنا حق بنتا ہے وہ پورا نہ لے دوسرے کو معاف کر دے یہ اختیار اس کے پاس ہے لیکن جو اس کے ذمے فرض ہے اُسے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے کی اجازت نہیں اور یہی زندگی کا بنیادی اصول ہے۔ سارا نظام حیات اس ایک اصول کے گرد گھومتا ہے۔

تبدیلی کیا آئی؟ جسے ہم آج کے عہد میں دیکھتے ہیں کہ آج کے عہد میں بہت تبدیلی تھے۔ آج ایٹمی ہتھیار آ گیا لیکن لڑنے والے آج بھی وہی گوشت پوست کے انسان ہیں اور ان کی ضرورتیں بھی وہی ہیں۔ سفر انسان کی ایک ضرورت تھی روزگار کے لئے بھی لوگ سفر کرتے تھے۔ سیر و تفریح کے لئے بھی سفر کرتے تھے۔ آج بھی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے، فکر معاش کیلئے کوئی سفر کرتا ہے یا اپنے فارغ وقت میں سیر سپاٹے کے لئے سفر کرتا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ربع صدی بعد تین چوتھائی سے زیادہ دنیا پر عملاً اسلام نافذ ہو چکا تھا۔ روئے زمین سے ظلم و جور مٹ گیا تھا اور عدل و انصاف ہر جگہ عام ہو گیا تھا۔

کیا تبدیلی آئی؟ کیا آج کی جنگوں کا سبب مختلف ہے۔ وہی ہے جو ابتدائے آفرینش سے تھا۔ کوئی اپنی بات منوانے کے لئے چڑھ دوڑتا ہے۔ کوئی دوسرے کا حق چھیننے کے لئے چڑھ دوڑتا ہے اور جنگ ہوتی ہے۔ بدلا کیا؟ ذرائع بدل گئے..... ایک زمانے میں پتھر سے، لاٹھی سے لڑتے تھے۔ پھر تیر سے، تلوار سے لڑتے ہے۔ تو بدلا کیا؟ سفر کے ذرائع بدل گئے۔ اس وقت گھوڑا، اونٹ، تھا۔ پھر گاڑیاں آئیں پھر جہاز آ گئے۔ تو ذرائع بدل گئے۔ تو تکمیل کے ذرائع بدلنے سے اصل حالات پہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہم ایک زمانے میں قاصد بھیجتے تھے۔ بادشاہ و سلاطین بھی گھوڑ سوار بھیجتے تھے۔ پیغام اور حکم دیکر پھر ڈاک گاڑیوں پہ آ گئی۔ پھر ڈاک

کے تھیلے گاڑیوں پہ آنے جانے لگے۔ پھر جہاز آ گئے پھر ائیر میل کا تصور آ گیا۔ ہوائی ڈاک بن گئی دنیا سے بہت جلدی ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچنے لگی۔ اب اس کی جگہ کمپیوٹر پر ای میل نے لے لی۔ پھر جواب بھیجنا ہے آپ کو یہاں مل جاتا ہے۔ کمپیوٹر سے بڑھ کر ایک چھوٹے سے ٹیلی فون میں آ گئی۔ وہاں کسی نے آپ کو ای میل کی اور ٹیلی فون نے ای میل بھی قبول کر لی۔ یا بات کر لی تو آپ یہاں بیٹھ کر دنیا کے کسی حصے میں بات کر سکتے ہیں۔ وہ پیغام بھیجتا ہے۔ تو ٹیلی فون پیغام بھی وصول کر لیتا ہے۔ بتا دیتا ہے کہ میسیج Massage ہے۔ وہ آپ پڑھ لیتے ہیں۔ جواب دے دیتے ہیں۔ یعنی ذرائع بدلے ضرورت وہی ہے۔

انسانی عقل جوں جوں بالغ ہوتی رہی یہ مینز (Means) ذرائع تبدیل ہوتے رہے اللہ کریم انبیاء کو مبعوث فرماتے رہے۔ عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہر نبی نے لا الہ الا اللّٰہ کا درس دیا۔ جوں جوں عقل انسانی بالغ ہوئی اور تکمیل ضرورت کے ذرائع بدلے تو احکام ان کے ساتھ بدلتے رہے۔ عبادت کے طریقے' حلت وحرمت کے احکام' احکام میں تبدیلی آتی رہی۔ حتیٰ کہ آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ کی بعثت ایک بہت بڑا انقلاب ہے۔ لفظ انقلاب کو اگر دیکھا جائے تو یہ صرف دنیا میں بعثت محمد رسول اللہ ﷺ پر صادق آتا ہے۔ کہ ایک وقت میں صحرائے عرب میں بیٹھا ہوا اللہ کا ایک بندہ ﷺ روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم کے لئے ایک نصاب تجویز کرتا ہے تکمیل ضروریات کا، حقوق اور فرائض کی تعین کرتا ہے۔ غلام کا کیا حق ہے؟ آزاد کا کیا حق ہے؟ مومن کا کیا حق ہے؟ غیر مومن کا کیا حق ہے؟ محض انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اور پھر وہ ایمان لاتا ہے تو اس کے حقوق وفرائض کیا ہیں؟ اس طرح حکمران کو کہاں تک حقوق حاصل ہیں؟ اور اس کے فرائض کیا کیا

سب کی نبوت پر ایمان بھی ایمان کا حصہ ھے لیکن اتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا ھوگا جو خاتم النبیین ھیں

ہیں؟ ایک عام آدمی سے لیکر ایک حکمران تک مرد عورت' مومن غیر مومن' نیک بدکار' جرائم اور اُن کی سزا' عدل وانصاف کے طریقے قیام امن کے اسباب اور ذرائع' اس کے ساتھ اللہ سے تعلق کے ذریعے' عبادت' حلال وحرام' پاک وناپاک' جائز وناجائز' یہ ساری باتوں کا فیصلہ اللہ کا ایک بندہ کرتا جا رہا ہے۔ وہ بندہ ﷺ جس نے نہ کوئی سکول دیکھا۔ نہ کسی مدرسے کی شکل دیکھی۔ نہ کسی استاد سے پڑھا۔ جس نے کبھی کسی کتاب کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ جس نے کبھی کسی سے کوئی لفظ زبانی سیکھا نہیں' یہ اتنا بڑا کام دنیا کے اگر سارے دانشور جمع ہو جائیں تو نہیں کر سکتے۔ اقوام عالم کے مزاج مختلف' اقوام عالم کی فضائیں مختلف' اوقات عالم مختلف' موسم مختلف' ان سارے اختلافات میں ایک ایسا معتدل حکم دینا جو ہر جگہ اور ہر ایک کے لئے قابل قبول ہے اور زمانہ شاہد ہے کہ جو نظام آقائے نامدار ﷺ نے دیا۔ اس وقت بھی دنیا میں سپر پاورز تھیں' قیصر بھی سپر پاور تھا' کسریٰ بھی سپر پاور تھا' قیصر روم کی سلطنت بھی عظیم سلطنت تھی' اور کسریٰ کی ریاست بھی' بہت بڑی ریاست تھی اور صدیوں سے چلی آ رہی تھیں عظیم سلطنتیں۔ پھر وہاں سے لیکر ایک گاؤں کے حکمران تک ایک قبیلے کے سردار تک کا تصور موجود تھا اور ہر سردار کے اپنے دستور اور اپنے طریقے تھے۔ ہر حکومت کے اپنے انداز تھے۔ کس چیز کو وہ انصاف سمجھتے اور کس کو وہ ظلم سمجھتے۔ یہ ان کی اپنی پسند وناپسند پر تھا۔ رومیوں کے پاس بڑی سلطنت تھی۔ لیکن امرا کی تفریح طبع کے لئے غریبوں پر بھوکے شیر چھوڑے جاتے تھے۔ مالکوں کو خوش کرنے کے لئے لوگوں کو آپس میں تیر تفنگ سے لڑوایا جاتا تھا۔ قتل ہوتے تھے۔ مرتے تھے۔ لاشے گرتے تھے اور وہ تالیاں بجاتے تھے۔ اُن کے لئے کھیل تھا۔ کیا یہ کبھی اسی زمین پہ نہیں ہوتا تھا؟ حتیٰ کہ پتھر کے بتوں کو خوش کرنے کے لئے گوشت پوست کے زندہ انسانوں کو ذبح کر دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بوڑھا آسمان اس بات پر گواہ ہے کہ

عرب کے صحراؤں کی گود میں بیٹھ کر جب کوئی ٹیلی فون نہیں تھا' کوئی اخبار نہیں چھپتا تھا' کوئی تار نہیں تھی' کوئی ہوائی جہاز نہیں تھا موٹر کا تصور بھی نہیں تھا' جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ آپ کے وصال کے ربع صدی بعد تین چوتھائی سے زیادہ دنیا پر عملاً نافذ ہو چکا تھا۔

روئے زمین سے ظلم و جور مٹ گیا تھا اور عدل و انصاف ہر جگہ عام ہو گیا تھا۔

حضرت عدی بن حاتمؓ حاتم طائی جو سخاوت میں معروف تھا۔ بنی طے کا سردار تھا۔ اس لئے بنو طے قبیلے کا نام تھا۔ اُسے حاتم طائی کہتے ہیں ان کا بیٹا عدی بن حاتمؓ شرف صحابیت سے مشرف ہوا اور حضور ﷺ کا غلام تھا۔ عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے میں نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ آپ یہ جو کچھ فرما رہے ہیں کیا ایسا ہوگا؟ جس امن کا نقشہ آپ پیش فرما رہے ہیں۔ یہ امن قائم ہو سکے گا۔ دنیا میں یہ قابل عمل ہے۔ تو فرماتے ہیں بیت اللہ میں جلوہ افروز تھے حضور ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عدیؓ تو زندہ رہا تو تو دیکھے گا روبع الخال سے عرب کا ایک جنوب مشرقی حصہ ہے روح انحال کہلاتا ہے جزیزہ نمایائے عرب کا اور وہاں بہت کم آبادی بلکہ آبادی نہیں ہے صحرا ہی صحرا ہے اور کوئی قبائل جو گردش کرتے رہتے ہیں۔ خانہ بندوش وہ وہاں گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ جہاں پانی دیکھا۔ وہاں چلے گئے جس جگہ سوکھ گیا وہ جگہ چھوڑ دی کہیں اور چلے گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ربع خالی سے ایک خاتون روانہ ہو گی اور سارے جزیرہ نمائے عرب کو چیرتی ہوئی بیت اللہ آئے گی اپنی پوٹلی اس کی بغل میں ہوگی۔ اور وہاں طواف کرے گی۔ حج کرے گی۔ اور اکیلی واپس چلی جائے گی اور اُسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہ یہ باقیوں کو تو چھوڑ دو یہ ہمارے بنو طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے؟ ایک ہمارا قبیلہ

> **ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی' کسی نئی کتاب کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوگی یہی اسلام کی خوبی ہے۔**

جو بنو طے ہے۔ اس کے ڈاکو ہی مسافروں کو لوٹنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ کہاں ہوں گے پھر وہ فرماتے ہیں کہ میں خلافت راشدہ میں بیت اللہ میں بیٹھا تو میں نے ایک خاتون کو دیکھا اُسکی بغل میں پوٹلی تھی اور وہ طواف کر رہی تھی میں نے روک کر پوچھا بی بی کہاں سے آئی ہو اس نے کہا ربع خالی سے آئی ہوں۔ تمہارے ساتھ کون تھا میرے ساتھ میرا اللہ تھا۔ تمہیں راستے میں کسی نے نہیں روکا اُس نے کہا کسی نے نہیں روکا۔ واپس جاؤں گی۔ ہاں حج سے فارغ ہو کر واپس جاؤں گی۔ تمہیں ڈر نہیں آتا اس نے کہا ڈر صرف اللہ سے ہے۔ اور تو کوئی ڈر نہیں اس کی نافرمانی نہ ہو جائے اور تو کوئی خطرہ نہیں۔ تو وہ فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو بچشم خود دیکھا جزیزہ نمائے عرب دنیا کا وہ حصہ تھا جس کے ایک طرف قیصر ایک طرف کسریٰ تھا۔ لیکن کوئی بھی اسے اپنی ریاست میں شامل نہیں کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی وہ سمجھتے تھے کہ یہاں سے کچھ وصول تو ہوگا نہیں الٹا اُن لوگوں کے جھگڑے ہیں اور قتل و غارت میں الجھنا پڑے گا۔ اور پلے سے کچھ خرچ کرنا پڑے گا۔ لہذا انہیں چھوڑ دو تو جس کے خلاف کچھ ہوتا تو وہ چڑھ دوڑتا تھا اور جسے چاہتا پکڑ لیتا جسے چاہتا مار لیتا ورنہ یہ لوگ ویسے ہی پھرتے تھے اور دنیا بھر سے کفر و شرک میں بھی اور جرائم میں بھی سب سے بڑھا ہوا ٹکڑا تھا۔ لیکن وہی ٹکڑا امن کی تقسیم کا سبب بن گیا۔ وہیں سے امن کے چشمے پھوٹے اور زمین کو سیراب کر گئے۔ اور ایک معیار مقرر ہو گیا جس کا نام اسلام ہے۔

عقائد تو اسلام کے وہی ہیں جو آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام تک تمام انبیاء نے سکھائے۔ اللہ کی توحید فرشتوں کا وجود' آخرت' برزخ' جنت و دوزخ' حساب کتاب' عقائد تو سارے وہی ہیں ہاں تمام انبیاء جو اللہ نے مبعوث فرمائے۔ سب کی نبوت پر ایمان بھی ایمان کا حصہ ہے لیکن اتباع صرف محمد رسول اللہ کا ہوگا جو خاتم النبین ہیں اور عہد نبوت کی تکمیل کرنے والے ہیں آپ کے بعد کوئی نیا

نبی نہیں آئے گا۔ کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی۔ کوئی نیا دین نہیں آئے گا۔ کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔ نئی کتاب نہ آنے کا اور نئے نبی نہ آنے کا معنی یہ ہے کہ نئی کتاب اور نئے نبی کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوگی۔ اگر ضرورت پیدا ہو اور اللہ نہ بھیجے تو پھر یہ اس کی شان ربوبیت کے خلاف ہے۔ وہ رب العالمین ہے اور عالمین میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ مہیا فرماتا ہے۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی' کسی نئی کتاب کی' ضرورت ہی پیدا نہ ہوگی۔ یہی اسلام کی خوبی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ چودہ صدیوں میں بڑا فاصلہ طے کر لیا اور چیزیں بدل گئیں۔ اس لئے اسلامی نظام یا خلافت راشدہ کا نظام قابل عمل نہیں یہ جملہ کہنا کہ خلافت راشدہ کا نظام قابل عمل نہیں یہ ایک کور ہے' غلاف ہے جو بات پر لپیٹا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن اب قابل عمل نہیں چونکہ یہ کہنا ذرا زیادہ مشکل لگتا ہے اور ممکن ہے اس کا ردعمل شدید ہو اور مسلمان اس پہ چیخ اٹھیں تو اس طرح لپیٹ دیا گیا کہ خلافت راشدہ کا نظام اب قابل عمل نہیں رہا۔ خلافت راشدہ کا نظام کیا ہے؟ قرآن وسنت ہے۔ خلافت راشدہ کا نظام قرآن وسنت سے الگ نہیں ہے۔ قرآن وسنت پر جو عمل کیا گیا یا کروایا گیا وہی خلافت راشدہ کا نظام ہے۔ تو گویا یہ کہنا کہ خلافت راشدہ کا نظام اب قابل عمل نہیں اس کا معنی یہ ہے کہ یہ قرآن اب قابل عمل نہیں رہا۔ نبوت محمد رسول اللہ ﷺ اب قابل اتباع نہیں رہی۔ اس کا معنی تو یہ ہے کہ اللہ کو نیا نبی مبعوث کرنا چاہئے۔ نئی کتاب بھیجنی چاہئے۔ پھر اس کتاب کی حفاظت کیوں کئے بیٹھا ہے۔ اس کتاب کو ہم سے کیوں منوا رہا ہے۔ یہ قابل عمل نہیں' اب اس پہ اگر ہم جذباتی نہ ہوں۔ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر ناراض ہونے کی یا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان کے

> **خلافت راشدہ کا نظام قرآن وسنت سے الگ نہیں ہے۔ قرآن وسنت پر جو عمل کیا گیا یا کروایا گیا وہی خلافت راشدہ کا نظام ہے۔**

حکمران وقفے وقفے سے اس قسم کی لغویات بکتے رہتے ہیں۔ آخر بےنظیر بھٹو نے بھی تو کہا تھا کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ تو کسی نے اس کا کیا بگاڑ لیا تھا لیکن ذرا بچ کے کہا اسلام کے ایک شعبہ کو لے لیا۔ اب سزائیں وحشیانہ سے مطلب یہ ہے کہ اسلام میں نظام عدل نہیں ہے۔ یعنی سزائیں وحشیانہ ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام جس بات کو عدل کہتا ہے وہ ظلم ہے۔ لیکن بات کو چھپانے کے لئے اُس پر ایک پردہ ڈالنے کیلئے جملہ بظاہر یہ کہنا کہ اسلام میں نظام عدل نہیں ہے اور یہ ظلم ہے جسے اسلام عدل کہتا ہے یہ کہہ دیا گیا کہ سزائیں وحشیانہ ہیں۔ اس طرح آج جو صدر مملکت نے فرمایا کہ خلافت راشدہ کا نظام اب قابل عمل نہیں ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ یہ قرآن اب قابل عمل نہیں رہا۔ ہم اس پہ جذباتی نہ ہوں اور اسے ٹھنڈے دل سے غور کریں اور دیکھیں کہ قرآن کیا ایسی بات کہتا ہے جو آج قابل عمل نہیں۔

قرآن نے جو انسانوں کے حقوق کی تعین کی ہے کیا وہ قابل عمل نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر انسان کو دو بنیادی حق ہیں۔ ایک زندہ رہنے کا اور ایک عقیدہ رکھنے کا اُس پر کوئی زبردستی نہ کی جائے۔ وہ اللہ کو مانے یا نہ مانے' یہ فیصلہ اس کے اپنے اختیار میں ہے۔ لیکن اس کے انسانی حقوق ادا کئے جائیں۔ اس کی جان کی حفاظت کی جائے۔ اس کے مال کی حفاظت کی جائے۔ اُس کی آبرو کی حفاظت کی جائے۔ اُسے زندگی کے اسباب مہیا کئے جائیں اس کے بچوں کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے وہ بیمار ہو تو اس کا علاج کیا جائے۔ اس کی روزی کے وسائل نہ چھینے جائیں۔ کیا یہ غلط ہے؟ کیا یہ قابل عمل نہیں ہے؟ دنیا کا کوئی اور نظام کسی مخالف کے لئے اتنی رعایتیں دیتا ہے۔ وہ امریکی جمہوریت ہو یا وہ روسی سوشلزم' یا وہ برطانوی جمہوریت ہو دنیا کا کوئی نظام ہو اپنے کسی مخالف کے لئے اتنی گنجائش باقی رکھتا ہے۔ آپ ایک ایک انسانی حقوق وفرائض کے نظام کو الگ کرلیں۔ عدلیہ کو الگ کرلیں۔ اس طرح تعلیم کے شعبے کو الگ کرلیں۔ صحت کو الگ،

جتنے شعبے ہیں ان کو الگ کر کے دنیا بھر کے نظاموں کا موازنہ کریں۔ اسلامی نظام کے ساتھ تو سب سے بہترین نظام وہی نظر آئے گا آپ کو جو کتاب اللہ نے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا پھر اُسے یہ کہہ دینا کہ یہ قابل عمل نہیں ہے میرے خیال میں محض نادانی ہے اور دین سے ناواقفیت ہے۔ قرآن کی صداقت سے ناواقفیت ہے۔ عظمت پیامبر ﷺ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حق یہ ہے کہ جتنے نظام دنیا میں رائج ہیں اُن سب کو بھی مقابلے مین رکھا جائے اور اُس کے مقابلے میں ہر شعبہ زندگی میں اسلامی نظام کو بھی مقابلے میں رکھا جائے ایک بات جس پہ توجہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم یعنی آج کے مولوی اور پیر ہم اسلام کا سمبل Symbol بن گئے ہیں حالانکہ ہم اسلام کا سمبل Symbol نہیں ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مولوی کی سوچ وقت کا ساتھ نہیں دے رہی تو یہ درست ہے۔ یہ کہا جائے کہ پیر صاحب کا تعمل یا کردار وقت کا ساتھ نہیں دے رہا تو یہ بھی درست ہے۔لیکن یہ کہنا کہ اسلام وقت کا ساتھ نہیں دے رہا یہ اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اسلام اپنی بعثت سے لیکر قیامت تک کے لئے نازل ہوا ہے اور کوئی ایسا وقت نہیں جس میں اسلام اس کا ساتھ نہ دے سکے کیونکہ ضرورتیں نہیں بدلی انسان نہیں بدلا کیا انسان مختلف طریقے سے پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں؟ کیا انسان مختلف طریقے سے مرنا شروع ہو گئے ہیں؟ کیا انسانوں کی غذا بدل گئی ہے؟ لباس بدل گئے۔ کیا بدلا ہے؟ کیا بندوں نے گھاس کھانا شروع کر دی ہے؟ کچھ بھی نہیں بدلا۔ تکمیل ضرورت کے ذرائع بدلے۔ ضرورتیں بھی وہی ہیں اور ان کی تکمیل بھی اسی طرح ہونی ہے۔ جس طرح روز ازل ہوتی تھی۔ بھوک بھی لگتی ہے اور بھوک اس طرح مٹائی جائے گی۔

اسلام آج کل کی تباہی گوارہ نہیں کرتا کہ آپ ایک اسامہ بن لادن کو لیکر ممالک کو تباہ کر دیں۔

> قرآن کہتا ہے کہ ہر انسان کو دو بنیادی حق ہیں۔ ایک زندہ رہنے کا اور دوسرا عقیدہ رکھنے کا، اُس پر کوئی زبردستی نہ کی جائے۔

اور پھر کہیں کہ جی Sorry جی غلطی ہو گئی۔ اسامہ تو بچ گیا یعنی ایک بندے کو قتل کرنا تھا۔ ایک ملک کو قتل کر دیا اور وہ بندہ باقی ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ آپ ایک فرد کیلئے ایک ملک کو تباہ کر دیں' ایک قوم کو تباہ کر دیں۔ بے کس و بے نوا لوگوں کو تباہ کر دیں۔ غریبوں اور مفلسوں پہ ایٹم بم چلا دیں۔ اور جو مطلوب ہو بندہ وہ ابھی تک باقی ہو۔ ہاں اسلام اس طرح آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔ اس معاملے میں اسلام بالکل الگ تھلگ کھڑا ہو کر ہر فرد و بشر کو زندہ رہنے کا حق دینے کا حامی ہے اور کوئی بھی بشر بلا جواز جب تک وہ قتل کا مستحق نہ ہو۔ اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسلام نے تو جنگوں میں یہ بھی پابندی لگا دی کہ فصلیں تباہ نہ کی جائیں کھیت نہ اجاڑے جائیں۔ پھلدار درخت اور سایہ دار درخت تباہ نہ کئے جائیں۔ جو تلوار نہیں اٹھاتا اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ عبادت خانے جو ہیں ان میں رہنے والوں کو نہ چھیڑا جائے۔ خواہ وہ بت پوج رہے ہوں۔ پوجتے رہیں۔ ان کے اپنے عبادت خانے محفوظ رہیں۔ انہیں چھیڑا نہ جائے۔ اسلام اگر ساتھ نہیں دے رہا تو اس عہد کی فرعونیت کا ساتھ نہیں دے رہا اسلام جس طرح بعثت کے وقت فرعونوں کے لئے چیلنج تھا آج کے فرعونوں کے لئے بھی ویسا ہی چیلنج ہے۔

افسوس اس بات کا نہیں کہ ہمارے حکمران ایسا کیوں کرتے ہیں؟ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم مولوی اور پیر جو اسلام کے نمائندے بنے بیٹھے ہیں۔ ہمارا کردار جو ہے وہ آج اسلام پر تہمتیں لگانے کا سبب بن رہا ہے۔ ہم بات بات پہ بکتے ہیں۔ بات بات پہ خریدے جاتے ہیں۔ ہم کبھی کوئی رنگ دکھاتے ہیں اور کبھی کوئی' جو اسلام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں ہمارا اپنا ایمان جو ہے وہ اتنا مضبوط نہیں ہے۔ جتنا ایک عام مسلمان کا بھی ہونا چاہئے۔ جس کے نتیجے میں کہا یہ جا رہا ہے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے اور یہ کوئی جذباتی بات نہیں ہے اس کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے اور

میں یہ دعوت دیتا ہوں حکمرانوں کو کہ وہ ایک تکلف تو کریں سسٹم کو ذرا کھولیں ڈی کوڈ کریں اسے الگ الگ کریں۔

ہر نظام کو الگ الگ رکھیں۔ نظام تعلیم کو الگ رکھیں۔ اسلام دیکھیں۔ تعلیم کی اہمیت کو کہاں لے جاتا ہے۔ دین تو بنیادی ضرورت ہے لیکن اس کے ساتھ دنیا کی تعلیم کو بھی اس کے برابر اہمیت دیتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے العلم علمان علم کے دو حصے ہیں جو مکمل علم ہے العلم دی نالج The Knoledge جسے آپ کہیں گے اس کے دو حصے ہیں۔ علم الادیان وعلم ابدان نظریات وعقائد کا علم' ادیان کا علم Normative Sciences کا علم اخلاقیات کا علم' عقائد کا علم' کردار کا علم' اور اس کے ساتھ علم ابدان Phesical Sciences کا علم دونوں جب مکمل ہوں گے تو پورا علم ہوگا۔ بدر کے قیدیوں کا جب یہ فیصلہ ہوا کہ جو فدیہ دے اسے آزاد کر دیا جائے تو کچھ لوگ رہ گئے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ قیدی ایسے ہیں جو فدیہ نہیں دے سکتے تو فرمایا اگر انہیں کچھ لکھنا پڑھنا آتا ہے تو انہیں کہو مدینے کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ اب مکے کے مشرک اور کافر قیدیوں نے کیا قرآن سکھانا تھا؟ دنیاوی علم ہی سکھانا تھا۔ تو اتنی اہمیت آقائے نامدار ﷺ نے روز اول سے تعلیم کو دی۔

یہ الگ بات کہ مولوی اور پیر صاحب ایک شعبہ دین کا لیکر الگ بیٹھ گئے اور دنیاوی امور سے قوم کو محروم کر دیا۔ یہ مولوی کا کردار ہے۔ پیر صاحب کا کردار ہے۔ اسلام کا قصور تو اس میں نہیں ہے۔ کم از کم جب یہ ملک آزاد ہوا تھا تب ہی یہ دینی مدارس دین کے ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی اہتمام کر لیتے اور مدارس کے فاضل آج جرنیل ہوتے۔ آج انقلاب کے بانی وہ ہوتے تو کوئی یہ نہ کہتا کہ اسلام قابل عمل نہیں

اسلام بالکل الگ تھلگ کھڑا ہو کر ہر فرد و بشر کو زندہ رہنے کا حق دینے کا حامی ہے

ہے۔ یہ مولوی صاحب اور پیر صاحب ہیں جو گردانیں پڑھاتے رہے اور ترجمے پڑھاتے رہے اور بندوں کو مسجد سے مسجد تک محدود رکھا۔ دنیاوی امور انہیں نہ سکھائے دنیا کے میدان میں پیچھے رہ گئے اور دنیا کے کام نہ آسکے۔ جرنیل تو جرنیل کوئی چوکیدار بھی مدرسے سے نکل کر نہ بن سکا۔ یہی مدارس اگر دنیاوی تعلیم بھی ساتھ دیتے اور قاری' حافظ' مفسر' محدث' اور مفتی ساتھ دنیاوی امور میں فاضل ہوتے ایم۔ اے ہوتے۔ پی ایچ ڈی ہوتے۔ دنیا کے مختلف میدانوں میں جاتے۔ کوئی کمشنر ہوتا۔ کوئی گورنر ہوتا۔ کوئی وزیر اعظم بنتا۔ کوئی ایم این اے بنتا۔ آج اسمبلیوں میں بیٹھے ہوتے تو یہ حال نہ ہوتا۔ اب جو اسمبلیوں میں گئے ہیں ماشاء اللہ، اللہ انہیں قبول فرمائے دنیا کا کوئی سلیقہ انہیں بھی نہیں آتا۔ یہ الگ بات ہے کہ دینی مدارس کی سند کو ایک برابری کا درجہ دے دیا گیا۔ اس سے کیا دنیاوی علوم آجائیں گے۔ اور یہی مصیبت ہے کہ اسمبلیوں میں بیٹھ کر بھی آج اس بات کا جواب نہیں دے پا رہے کہ اسلام کیسے قابل عمل نہیں ہے؟ مزہ تو تب ہے اسمبلی میں بیٹھنے کا کہ آج اسمبلی کے جو ایم این اے بنے بیٹھے ہیں اور جو سینٹ میں علماء تشریف فرما ہیں۔ آج وہ ثابت کریں بغیر جذباتیت، کے یہ کوئی بات نہیں کہ ملک میں جلوس نکلوا دو اس نے یہ کر دیا اس بات کا کوئی حل نہیں' اس بات کا حل یہ ہے کہ آپ ثابت کریں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں اسلام واقعی قابل عمل ہے۔ آپ اپنا نظام سامنے لائیں وہ چن لیجئے۔ دیکھیے کون سا بہتر ہے اور اس عالم میں بھی اگر ہمارے ایم این اے اور ایم پی اے اور سینٹرز اور جو ماشاء اللہ متشرع بھی ہیں۔ ان میں عربی کے فاضل بھی ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ علامہ اور بڑے بڑے القاب و آداب بھی لگے ہوئے ہیں۔ وہ کیا فرماتے ہیں کہ صدر صاحب نے تو کہہ دیا اگرچہ ملفوف کہا۔ لیکن جملہ تو واضح ہے آپ کا ارشاد میں نے آج

کے اخبار میں دیکھا کہ صدر صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں خلافت راشدہ کا نظام قابل عمل نہیں ہے۔ خلافت راشدہ کا نظام کیا ہے؟ قرآن وسنت، اب صدر صاحب نے تو کہہ دیا قابل عمل نہیں ہے ہمارے محترم علماء جو آج اسمبلیوں میں اور سینٹ میں تشریف رکھتے ہیں وہ کیا فرماتے ہیں۔ اسے قابل عمل ثابت کریں اور اگر صرف یہ کہیں کہ ہم روٹھ گئے اور جلوس نکالتے ہیں۔ یہ تو کوئی حل نہ ہوا۔ یہ تو کوئی جواب نہ ہوا۔ پتھر مارنا گالی دینا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ آج آپ ثابت کریں کہ یہ قابل عمل ہے۔ اس کی آج ضرورت ہے اور اس کے سوا آپ امن قائم نہیں کر سکتے۔ اس کے سوا آپ عدل قائم نہیں کر سکتے۔ اس کے سوا آپ لوگوں کو روزگار مہیا نہیں کر سکتے۔ اس کے سوا آپ معیشت کو سہارا نہیں دے سکتے۔

بہر حال کتنے دکھ کی بات ہے کہ جس ملک کے حصول کیلئے لاکھوں جانوں کی قربانی دی گئی اور جس کے حصول کا مقصد ہی نفاذ اسلام تھا۔ ایک سادہ سا جملہ تھا۔

پاکستان کا مطلب کیا ہے
لا الہ الا اللہ

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لاہور جب ہم جاتے تھے تو بڈھے دریا کے پل سے گزرتے لاہور وہاں سے شروع ہوتا تھا۔ آگے شاہی قلعہ ہسپتال اور ان بلڈنگوں کی دیواریں آجاتی تو پہلی دیوار پہ بہت بڑا بورڈ لگا ہوتا تھا

پاکستان کا مطلب کیا ہے
لا الہ الا اللہ

سرگودھا آپ داخل ہوتے تو کمپنی باغ، باہر کی دیوار پر بسوں کے اڈے سے پہلے بورڈ لگا ہوتا تھا

پاکستان کا مطلب کیا ہے
لا الہ الا اللہ

> اسلام نے تو جنگوں میں یہ بھی پابندی لگادی کہ فصلیں تباہ نہ کی جائیں، کھیت نہ اجاڑے جائیں۔ پھلدار درخت اور سایہ دار درخت تباہ نہ کئے جائیں۔ جو تلوار نہیں اٹھاتا اس سے تعرض نہ کیا جائے۔

ہر شہر میں اسی طرح لگے ہوتے تھے یہ میاں شہباز شریف صاحب کی کامیابی اور سعادت ہے کہ انہوں نے یہ بورڈ مٹوائے۔ انہوں نے دیواروں سے اتروا دیئے۔ اللہ نے انہیں ملک سے نکال دیا۔ اور ایسے ایسے لوگوں کو ہم بر سر اقتدار لائے جو آئے تو اسلام کے نام پر لیکن کرتے موج میلہ ہی رہے۔ اور اسلام کے لئے رکاوٹیں پیدا کرنے کا سبب بنے۔ اور آج ہم اس منزل پہ پہنچ گئے ہیں جہاں ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حکمران فرماتے ہیں کہ اسلام تو قابل عمل ہی نہیں ہے۔ جب قابل عمل نہیں ہے تو جو فلسفہ قابل عمل نہیں ہے اُس سے چمٹے رہنے سے کیا حاصل ہوگا تو پھر کیا ہمارے محترم حکمران ہمیں یہ سمجھائیں گے کہ عیسائیت قابل عمل ہے۔ ہم عیسائی ہو جائیں۔ یہودیت قابل عمل ہیں ہم یہودی ہو جائیں۔ یا ہندو مت زیادہ قابل عمل ہے اور قریب بھی ہے کیا ہم سب پھر ہندو ہو جائیں۔ کوئی بات تو بتائیں۔ جب اسلام قابل عمل نہیں ہے تو پھر یہ اسی بندے کا فرض بنتا ہے۔ جو ہمیں آج یہ بتا رہا ہے کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے براہ کرم یہ بھی بتا دیں کہ اب ہمیں کسی خانے میں فٹ ہونا چاہئے۔ کس نظریے کس عقیدے کو اپنائیں۔ جو قابل عمل ہے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ہندو پتھروں کی پوجا کو بڑے فخر سے دنیا بھر کو ٹیلی ویژن پہ دکھاتا ہے چوہوں کی پوجا کو دکھاتا ہے۔ سانپوں کی پوجا کو دکھاتا ہے۔ بندروں اور خنزیروں کی پرستش کو دکھاتا ہے۔ اور اس پر فخر کرتا ہے عیسائی اپنے کلیسا میں آج بھی کاغذ کی ٹوپی پہن کر پوپ نے بڑی سی لٹھ اٹھائی ہوئی ہے اور اس میں دھواں سا دھکایا ہوا ہے۔ سب کو دھواں دے رہا ہے۔ اس زمانے میں بجلی کی لائٹوں کے نیچے موم بتیاں جلا رکھی ہیں یہودی آج بھی اپنی کالی ٹوپی سر پہ پہنتا ہے اور پھر ساری دنیا کو تباہ کرتا ہے۔ لیکن اپنے مذہب پہ قائم ہے۔ اپنی عورتوں کو پردہ بھی کرواتا ہے۔ داڑھی بھی رکھتا ہے۔ اپنی ٹوپی بھی پہنتا ہے۔ یہ ہمارے مسلمانوں میں

اتنے روشن خیال پیدا ہو گئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسے روشن خیالی کہا جا رہا ہے۔ اور حکم دیا جا رہا ہے کہ تمام مسلمانوں کو روشن خیال ہونا چاہئے۔ روشن خیالی کیا ہے؟ کہ قرآن قابل عمل نہیں رہا۔ یہ روشن خیال ہے سنت محمد رسول اللہ ﷺ قابل عمل نہیں رہی۔ بدلا کیا ہے؟ انسان کا تو کچھ بھی نہیں بدلا وہی انسان ہے۔ جو صدیوں پہلے تھا وہی اس کی ضرورتیں ہیں۔ ہاں Means اور ذرائع بدل گئے ہیں۔ تکمیل ضرورت کے ذرائع بدلنے سے اصل چیز تو بدلتی نہیں ہے۔ کیا آج کسی کا حق اس تک پہنچانا یہ صحیح نہیں رہا۔ اس زمانے میں کیا آج کسی کی عزت کا تحفظ صحیح نہیں رہا۔ کیا آج خرید وفروخت میں حدود قیود پہ پابند رہنا صحیح نہیں رہا۔ کیا آج بلا وجہ قتل وغارت کرنا صحیح ہے اور امن وامان کا قیام صحیح نہیں رہا۔ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں اور مجھے سیاست سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے لیکن یہ جملہ پڑھنے کے بعد میں نے فرض سمجھا کہ اس پر بات کی جائے اس لیے میں نے چند حروف کہہ دیئے جو میرا ضمیر' میرا ایمان' میرا نظریہ ہے میں اس پہ انشاء اللہ قائم ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انسانیت کی بقاء اور انسان کے لئے امن وسکون آج بھی اسلام کے دامن میں ہے۔ اور اس کے باہر نہیں ہے اور میں یہ جملہ کہنے والی ہستی کو چیلنج کرتا ہوں کہ دنیا کے نظام ٹیبل پہ رکھے اور اسلامی نظام کو بھی درمیان میں ہر شعبے کو رکھ کر دیکھے میرے خیال میں اس کی اپنی نگاہ انتخاب بھی اسلام پر پڑے گی۔ اس لئے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں جو رہنمائی قرآن وسنت میں محمد رسول اللہ ﷺ نے دی وہی حق ہے اور وہی قابل عمل بھی ہے۔ یہ ہماری بدنصیبی کہ ہم اپنے ان بچوں کو' قوم کے ان بچوں کو جنہوں نے آگے جا کر انقلاب برپا کرنے ہوتے ہیں اللہ اور رسول کی دی ہوئی تعلیمات اُن تک نہ پہنچا سکے۔ اور یہ مدارس جو اس رویے کا نتیجہ ہے کہ آدھا علم پڑھاتے رہے اور آدھا

انسانیت کی بقاء اور انسان کے لئے امن وسکون آج بھی اسلام کے دامن میں ھے

علم انہوں نے نہ پڑھایا۔ نہ خود پڑھا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے تو چند حروف کہہ دیئے لیکن میں منتظر ہوں ان حضرات کا جو اسمبلی میں جلوہ افروز ہیں۔ جو سینٹ میں جلوہ گر ہیں کہ وہ حضرات اب کیا فرماتے ہیں؟ جب صدر مملکت یہ فرماتے ہیں کہ اسلام قابل عمل نہیں ہے تو یہ کیسے ثابت کرتے ہیں؟ اس کا آسان طریقہ تو یہ ہے کہ یہ پبلک دوڑ پڑیں اور کہیں کہ لوگو! باہر نکلو' جلوس نکالو' یہ غلط طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ ہے کہ علمی طریقے سے آپ سارے اسمبلی میں جو بیٹھے ہیں ایل ایف او اور وردی آپ کو لے گئی یہ بات آپ کو نہیں چبھتی کہ اسلام قابل عمل ہی نہیں ہے یہ کیوں بات نہیں کرتے؟ آپ ثابت کریں کہ قابل عمل ہی نہیں اسلام آج کے عہد کی ضرورت ہے آج بش کو بھی کلمہ پڑھاؤ کہ وہ انسانوں کے قتل عام سے باز آجائے۔ آج کی ضرورت یہ ہے کہ مغرب کو بھی خدا آشنا کرو۔ انہیں موت کا بیوپاری نہ بناؤ۔ زندگیاں تقسیم کرنے والا بناؤ۔ لیکن یہ بال اب ممبران اسمبلی کی کورٹ میں ہے جو شاید اس پر توجہ فرمانا ہی گوارا نہ کریں۔ دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ انہیں توفیق دے اور صدر کی وردی اور ایل ایف او کے علاوہ انہیں اور بھی کچھ دکھائی دینے لگے۔ دیکھتے ہیں کہ یہ حضرات اس پہ کیا ارشاد فرماتے ہیں اور کس طرح ثابت کرتے ہیں حق تو یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام قابل عمل ہے اور میری رائے میں صرف قابل عمل ہی نہیں' اسلام انسانیت کی ضرورت ہے۔ جب تک اسلام کو انسانیت نہیں اپنائے گی امن سے آشنا نہیں ہو پائے گی۔ آمین ☆☆☆

عبادت

عبادت سے مراد مکمل اطاعت بھی ہے محض نماز وروزہ ہی نہیں بلکہ نظام حیات اور طرز عمل بھی شامل ہے اور یہی بات سب کو مشکل لگا کرتی تھی چنانچہ کہنے لگے کہ انسان تو کوئی ہم سے بہترین نہیں سوچ سکتا ہاں اگر اللہ کو منظور ہوتا اور اسے ہمارا طریقہ پسند نہ ہوتا جو انسانوں میں سب سے اعلیٰ ہے تو وہ فرشتے روانہ کرتا غالباً وہ کوئی بہتر معاشرت یا سیاست یا نظام عدل بیان کرتے ورنہ جو کچھ آپ کہتے ہو ہم اسے تو ماننے سے انکار کرتے ہیں

نظم و ضبط

نظم وضبط ہی دین ہے۔ دنیا میں تہذیب اسلام نے سکھائی ہے اور آج تک تہذیب کا دین اسلام ہے۔ باقی ساری دنیا تہذیب سے آشنا ہی نہیں محض اپنے رہنے سہنے کے طریقے کو تہذیب کہہ دیتے ہیں۔ تہذیب آج بھی اسلام کے پاس ہے۔ عزت واحترام، شرم وحیا، حدود وقیود کس کا کہاں تک حق ہے یہ سب کچھ دین حق کے اندر ہے اسلام کے باہر آج بھی دنیا غیر مہذب ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 2003-08-8

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم o

دین اسلام اول و آخر ایک نظم و ضبط کا نام ہے عقائد میں حدود متعین ہیں اور بڑا سخت ضابطہ ہے کہ جو بھی اُن سے دائیں ہوگا یا بائیں ہوگا وہ اسلام کی نعمت سے محروم ہو جائے گا۔ عبادات میں دیکھ لیں اوقات متعین ہیں، طریقہ متعین ہے۔ نماز باجماعت میں دیکھ لیں کہ اگر حکمرانوں وسلاطین بھی صف میں کھڑے ہیں تو ایک ایک رُکن میں انہیں باضابطہ امام کی اطاعت کرنا پڑتی ہے۔ ایک ضبط ہے، ایک نظم ہے اگر اُس نظم کو کوئی تھوڑا سا بھی خراب کرتا ہے تو نماز سے خارج ہو جاتا ہے۔ امام ابھی قیام میں ہے مقتدی اگر رکوع میں چلا جاتا ہے یا امام ابھی رکوع میں ہے اور مقتدی کھڑا ہو جاتا ہے تو خواہ کوئی دنیا کا بادشاہ ہے، نماز سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ساری عبادات حج ہو، روزہ ہو، زکوٰۃ ہو سب میں ایک خوبصورت نظم وضبط ہے جس میں چھوٹے بڑے، امیر فقیر گورے، کالے کی قید نہیں ہے ساری اللہ کی مخلوق ہے اور سب کا تعلق رب جلیل سے ہے اور سب کو اُس کی اطاعت کرنا ہے لیکن اُس میں ضابطے متعین کر دیئے گئے ہیں یہ چھوٹ نہیں دی گئی کہ دس آدمی باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں تو کوئی پہلے سجدہ کر لے، کوئی بعد میں کر لے۔ اگر یہ چھوٹ یا رخصت بھی دے دی جاتی تو سجدہ تو سب نے رب العٰلمین کو ہی کرنا تھا لیکن وہ جو بنیادی ایک طریقہ کار ہے اسلام کا کہ ہر چیز کو ایک ضابطے میں، ایک نظم میں ڈھالا جائے۔ وہ قائم نہ رہتا اسلام بنیادی طور پر محبت کا مذہب ہے اور اللہ کی ساری مخلوق سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ بلاوجہ درخت کاٹنے سے بھی منع کرتا ہے، بلا ضرورت جانور ذبح کرنے سے بھی منع فرماتا ہے۔ شکار حلال ہے اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ شکار کیا کرتے تھے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ شکار کیوں کرتے ہیں تو فرمایا اطیب الرزق ہے یہ براہ راست اللہ سے بندہ وصول کر لیتا ہے درمیان میں کوئی خرید و فروخت والا یا کسی قصاب کا یا کسی دوسرے کا کوئی جھگڑا نہیں لیکن اس کے باوجود شغل کے طور پر شکار کرنا اور بلا ضرورت جانوروں کو مارتے چلے جانا اس کی ممانعت ہے اس کی اجازت نہیں ہے ضرورت کے لئے حدود ہیں ہر جگہ ایک ضابطہ ہے ایک طریقہ ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو نوع انسانی کے لئے اور ہمیشہ کے لئے نازل فرمایا گیا اب زمانہ لاکھ کروٹیں لے اسلام اُس کی ہر کروٹ پر، ہر قدم پر اُس کی رہنمائی فرماتا ہے اور یہی معجزہ ہے دین حق کا اور نبی کریم ﷺ کا اور یہ دلیل ہے اسلام کی صداقت کی کہ اسے زمینی فاصلے یا

> صحابہ اکرامؓ کی یہ کرامت ہے کہ روئے زمین پر جہاں جہاں صحابہ تشریف لے گئے ہیں وہاں سے اسلام کو مٹایا نہیں جاسکا۔ جو چھپن ریاستیں ہم نے بنا رکھی ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ مسلمانوں کے پاس چھپن ریاستیں ہیں۔ یہ اسی ریاست کے چھپن حصے ہیں جو صحابہ اکرامؓ نے بنائی تھیں۔

زمانے کے فاصلے عاجز نہیں کر سکتے۔ صدیوں کے فاصلے ہوں یا ہزاروں لاکھوں میلوں کے فاصلے ہوں اس کے ضابطے ایسے ہیں کہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ قابل عمل ہیں اور انسانیت کیلئے اتنے ہی مفید بھی ہیں جتنے روز اول تھے۔ ہاں ذرائع بدلتے رہتے ہیں احکام نہیں بدلے۔ لوگ حج پر پیدل جاتے تھے۔ پیدل آتے تھے مقصد حج پر جانا اور عبادات تھا' ذریعے سے بحث نہیں تھی۔ پھر اونٹوں گھوڑوں پر سفر کرتے تھے پھر بسیں، ٹرینیں بحری جہاز آ گئے' آج کل ہوائی جہاز پہ جاتے ہیں تو یہ ذرائع جو سفر کے ہیں وہ بدل گئے اب ذرائع کے ساتھ حالات اور نظم وضبط جو دنیاوی ہے ان میں تھوڑی سی تبدیلی ضرور آتی ہے' نہ مقصد بدلتا ہے اور نہ احکام شریعت تبدیل ہوتے ہیں۔ مقصد رضائے الٰہی ہے۔ حج کے احکام وہی ہیں جو آقائے نامدار ﷺ نے سکھائے جن پر خود عمل فرمایا اور اپنے سامنے صحابہ کرام کو عمل کرتے دیکھا اور اس کی تصدیق فرمائی لیکن اب اس کے لئے یہ افراتفری بن جائے یا شور شرابا بن جائے یا بھیڑ اس کی اجازت نہیں دیتا ایک ضابطہ ایک نظم' ایک طریقہ کار' منظم طریقے سے سب کو ان کی ٹکٹیں ملیں بروقت ان کی فلائٹس ملیں' آگے انہیں رہنے کی سہولت مہیا کی جائے' یہ سارے جو ہیں نظم وضبط کے کام یہ وقت کی ضرورت کے ساتھ ساتھ اُس کے مطابق ہوتے رہتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ لوگ مکۃ المکرمہ کی گلیوں میں پڑے ہوتے تھے۔ کچھ کچے مکانات ہوتے تھے کچھ لوگوں کو کرائے پہ مل جایا کرتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جن کے پاس کرایہ نہیں ہوتا تھا اور خود میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے لوگوں کو کہ مدینہ منورہ اور مکہ المکرمہ میں گلی میں ایک تختہ بچھایا گوئی گتہ اٹھالیا بچھا دیا اور وہیں بستر لگا دیا۔ حرم نبوی میں لوگ راتیں بسر کرتے تھے کہیں ان کے پاس

> بزرگ سے حضرت نے پوچھا کہ آپ کو آگے مراقبات کرائیں انہوں نے کہا جی نہیں، میں جہاں پہنچ گیا ہوں میرے لئے یہ کافی ہے۔

ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا اور وہ جو وہاں ملازم ہوتے تھے وہ لکڑی کی دو پٹیاں سی اٹھائے ہوتے تھے۔ عموماً قرآن کے رحل کے دو حصے کر لیتے تھے ٹھک ٹھک کرتے پھرتے ہوتے تھے کہ کوئی سونے نہ پائے وہ یہاں سے جگاتے لوگ اٹھ کر وہاں سو جاتے، وہاں سے اٹھاتے تو دوسری طرف سو جاتے اس طرح وقت بسر کرتے تھے اب زمانہ بدل گیا اب طریقہ کار بدل گیا اور یہاں جب ہم حج کے پیسے جمع کراتے ہیں تو اس میں رہائش کا' مکہ المکرمہ سے منیٰ جانے کا' عرفات جانے کا' واپسی کا' مدینہ منورہ جانے کا معلم کا' یہ سارے اخراجات جب ہم حج کی فیس جمع کراتے ہیں' جہاز کا ٹکٹ وغیرہ یہ سارے اخراجات اُس میں وہ لے لیتے ہیں ایک نظام بن گیا ہے کہ حاجی جب ہوائی اڈے پہ اترتے ہیں تو انہیں وہاں گاڑیاں میسر آ جاتی ہیں آگے ان کے لئے مکانات کا انتظام ہوتا ہے تو اس ضبط میں خلل نہ ڈالنا بھی ضروری ہے' یہ بھی اسلام ہے کہ اس ضبط کو برقرار رکھتے ہوئے آپ اس سہولت سے عبادت کر سکیں گے آسانی سے آپ اپنے جو فرائض ہیں' حج کے وہ ادا کر سکتے ہیں۔

سلاسل تصوف میں ایک طریقہ تھا کہ لوگ کسی بزرگ کا نام سن لیتے اُس کے پاس جاتے کسی نے کوئی تسبیح حاصل کر لی کسی کو کوئی وظیفہ بتا دیا کسی نے چند مسائل سیکھ لیئے اور بہت تھوڑے لوگ ہوتے تھے جنہیں کیفیات قلبی سکھائی جاتی تھیں یہ اس طرح کا عمومی طوفان جب بھی آیا' نسبت اویسیہ کے مشائخ کا ظہور جب بھی ہوا تو ایک سیلاب کی صورت پیدا ہوئی اور الحمدللہ جو صورت حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے پیدا ہوئی میری ذاتی رائے میں یہ تبع تابعین کے بعد پہلی دفعہ اس طرح ہوا۔

عہد نبوی میں یہ عالم تھا کہ جو بھی نگاہ اطہر کے سامنے آ گیا جس کی نگاہ حضور ﷺ کے وجود اطہر پر پڑ گئی، صحابی ہو گیا۔ فیض عام تھا مرد، عورت، بوڑھے، بچے، سب اس میں مستفید ہوتے رہے صحابہؓ نے یہ سنت قائم کی کہ جو

سامنے آیا تابعی ہو گیا تابعین میں یہ سنت قائم تھی کہ جو بھی ان کی صحبت میں پہنچا تابعی ہو گیا۔ تابعین کے بعد تبع تابعین میں یہ سنت قائم نہیں رہی بے شمار لوگ آئے بے شمار لوگوں نے علم ظاہر حاصل کئے بے شمار لوگوں نے اوراد و وظائف حاصل کئے برکات حاصل کیں اور چند لوگوں کو کیفیات قلبی بھی نصیب ہوئیں' جہاں تک میری نظر سے تاریخ تصوف گزری ہے اللہ کے بڑے بڑے عظیم بندے گزرے ہیں اور ایسے ولی اللہ گزرے ہیں کہ جن کے وصال کے بعد ان کی ارواح کو [illegible] میں شامل کر دیا گیا۔ ایسے بھی اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ حضرتؒ کی محفل میں بعض اوقات یہ اذکار چھڑ جاتے تھے تو حضرت تصدیق فرماتے تھے کہ فلاں بزرگ کی روح جو ہے وصال کے بعد اللہ نے [illegible] میں شامل فرما دیا۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

سب اللہ کے مقبول ہیں اللہ کے مقرب ہیں اور بڑے بڑے اعلیٰ منازل کے حامل ہیں قرب الٰہی کے حامل ہیں اُن کی برکات سے اور ان کے وجود کی برکت سے نظام کائنات چلتا تھا۔ جس طرح ایک سورج کے وجود سے سارا دنیوی نظام چلتا ہے۔ بیجوں میں روئیدگی آتی ہے۔ بادل بنتے ہیں' بارش برستی ہیں' پھل پکتے ہیں ایک چیونٹی کا گھر بھی سورج سینچتا ہے اور ہاتھی کو تمازت بھی سورج پہنچاتا ہے سورج کو ان باتوں کا علم نہیں ہوتا کہ مخلوق خدا میری ذات سے کیا کیا استفادہ کر رہی ہے؟ اس طرح اہل اللہ کے قلوب جو ہوتے ہیں ان سے نظام کائنات بھی وابستہ ہوتا ہے اور ایک ایک وجود سے عالمی صورت حال تبدیل ہوتی رہتی ہے یا انسانوں کی سوچ تبدیل ہوتی رہتی ہے' کردار تبدیل ہوتا رہتا ہے اور اُس کے لئے یہ بھی ضرورت نہیں اُس ولی کو پتہ بھی ہو کہ میری ذات سے کیا کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ یہ اُس کا اپنا نظام ہے ایک وہ خود کسی ذات میں وہ برکات

> **میں نے کبھی کسی مجلس میں حضرتؒ کو ساتھیوں کے ساتھ اُداس نہیں دیکھا وہ اپنے سارے دکھ اپنے لئے رکھتے تھے اور دوسروں کے دکھ بانٹتے تھے**

رکھ دیتا ہے اور وہ اُس سے کام لیتا رہتا ہے حضرتؒ کی ذات ستودہ صفات ایسی ہے اللہ کا ایسا احسان ہے اللہ کے اس ولی پر کہ تابعین کے بعد بھی یہ سنت کہ ہر آنے والے کو کیفیات قلبی نصیب ہوں' تھوڑی ہوں یا زیادہ ہوں یہ الگ بات ہے یہ سنت پھر حضرتؒ کی ذات سے آ کر زندہ ہوئی۔ اور میں نے یہ بات تقریروں میں کہی۔ مجھے کئی علماء کے نامہ ہائے گرامی بھی موصول ہوئے کہ آپ اپنے شیخ کی عقیدت [illegible] یا محبت [illegible] بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں تو میں نے انہیں لکھا کہ حضرت آپ مجھے اس کی مثال تاریخ تصوف میں تابعین کے بعد تاریخی اعتبار سے کوئی بتائیے میں آج تک نہیں دیکھ سکا' میری نظر سے نہیں گزری آپ کے علم میں ہے تو آپ مجھے لکھیے لیکن پھر کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ کیونکہ ایسا ہوا نہیں کبھی لاکھوں لوگ اہل اللہ کی خدمت میں آئے لاکھوں لوگ تائب ہوئے کفر سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے نیک ہو گئے اللہ اللہ کرتے رہے' درود شریف پڑھتے رہے' تسبیحات پڑھتے رہے' تلاوت کرتے رہے لیکن کیفیات قلبی' اگر کسی کے پاس پانچ لاکھ افراد آئے تو شاید پانچ کو نصیب ہوئیں اور بعض ایسے ہیں کہ کسی ایک کو بھی نہیں ہوئیں اللہ کی مرضی کہ کسی سے کیا کام لینا چاہئے۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں مولانا احمد علی لاہوریؒ کا وصال غالباً ساٹھ کی دہائی میں ہوا اور الحمد للہ بڑا کام کیا انہوں نے تبلیغ کا' بے شمار سفر کئے تقریریں فرمائیں پھر آخری عمر میں اُن کے پاس مخلوق کا اجتماع بھی بے پناہ ہو گیا اور اس بات کی تصدیق حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ اپنے عہد کے قطب ارشاد ہیں کہ دنیا میں جو رشد و ہدایت کا کام چلتا ہے وہ وابستہ ہوتا ہے قطب ارشاد کے وجود سے' اس کے مزاج سے۔ اُسے پتہ ہو یا نہ ہو جس طرح سورج کو علم نہیں ہے اس طرح یہ ضروری نہیں کہ اس ولی اللہ کو بھی علم ہو۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میرے پاس کوئی منصب ہے۔ یہ ضروری نہیں لیکن اللہ اس سے، اس کے وجود سے وہ کام لے رہا ہوتا ہے۔ اس کے

باوجود میں نے خود خدام الدین میں ان کا یہ اعلان پڑھا ان کے زمانے میں کہ کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں اُسے فنافی الرسول کرادوں اور بارہ گاہ نبویؐ میں پہنچادوں تو وہ چار سال کا خرچہ اپنے بچوں کو یا والدین کو جو کفالت میں ہیں انہیں چار سال کا خرچ دے کر اپنے چار سال کے اخراجات لیکر میرے پاس آجائے اور چار سال میرے پاس رہے میں اُسے فنافی الرسول ﷺ کرادوں گا یہ خدام الدین میں چھپا تھا یہ میں نے خود پڑھا تھا۔ میرے خیال میں کسی نے بھی اتنی ہمت تو نہ کی ہوگی بہرحال یہ شرط تھی ان کی بڑی بھاری اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب اُن کا وصال ہوا تو بے شمار لوگ تھے جن کی اصلاح ہوئی' بے شمار لوگ تھے جو اللہ اللہ کرتے تھے' تسبیحات پڑھتے تھے لیکن ایک بندہ بھی ایسا نہیں تھا جسے لطیفہ قلب بھی اُن سے نصیب ہوا ہو۔ کوئی ایک بندہ بھی ایسا نہیں تھا کتنے بزرگ جو ان کی خدمت میں رہتے تھے' تسبیحات پڑھتے تھے' پھر حضرت کے حلقہ عقیدت میں آئے اور لطائف یہاں آ کر سیکھے۔ وہاں انہیں لطائف کی ہی خبر نہیں تھی۔ اللہ کی اپنی تقسیم ہوتی ہے کہ کسی سے کیا کام لینا ہے ہر بزرگ کا اپنا احترام اپنا مقام سر آنکھوں پر۔ بات میں کر رہا ہوں کہ اللہ کریم نے کسی سے کیا کام لیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا حق ادا کر دیا اور آپ کے جنازہ میں آپ کی مغفرت کی دعا نہیں تھی عموماً جب جنازہ پڑھا جاتا ہے اپنے لئے بھی اور دنیا سے جانے والے کیلئے بھی عامۃ المسلمین کے لئے بھی مغفرت کی دعا کی جاتی ہے لیکن آپ ﷺ کا جنازہ یہ تھا۔

کہ اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے نبیؑ نے تیرا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور اس بات پہ میں گواہ ہوں۔

حضور علیہ الصوۃ والسلام نے تو پہنچانے کا حق ادا کر دیا لیکن اگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اس امانت کو آگے پہنچانے کا حق ادا نہ کرتے تو کیا دنیا مستفید ہوتی۔ برکات نبویؐ سے پھر اس کی ذمہ داری صحابہ کبار پہ آتی اُس عہد میں اس نظم وضبط سے اور اس خلوص اور اس جانفشانی سے انہوں نے آپ ﷺ کی عطا کردہ امانت کو اور دین کو پہنچایا کہ ربع صدی تیئس برس عہد نبوت ہے تیئس برس کے عہد خلافت میں فقیر کی جھونپڑی سے لیکر شہنشاہ کے محل تک دعوت اسلام دی اور تین چوتھائی روئے زمین پر اسلامی ریاست بن چکی تھی اب کون تھا جو ان حالات سے بے خبر رہتا۔

الحمدللہ' اللہ نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم نے بین الاقوامی طور پر اپنے اذکار کو' دین اسلام کی تبلیغ کو' تقاریر کو' تفاسیر کو اور بیانات کو انٹرنیٹ پر پوری دنیا میں پھیلا دیا ھے

جن فاصلوں کے لئے آج ہم ہوائی جہازوں کا انتظار کرتے ہیں انہوں نے گھوڑوں کی پیٹھوں پر طے فرمایا اور صحرائے عرب میں پیدا ہونے والے افغانستان کے شمال سے گزرتے ہوئے چین تک نکل گئے جس درے سے گزر کر صحابہ کرامؓ چین پہنچے ہیں اُس کا عالم یہ ہے کہ گرمیوں میں کوئی بندہ وہاں سے بے خوف ہو کر نہیں گزرتا کیونکہ ہمیشہ برف جمی رہتی ہے اور غالباً درے کی بلندی ۱۸ ہزار فٹ سے زیادہ ہے پہاڑ تو اور بلند ہے درمیان میں جو راستہ ہے اٹھارہ ہزار فٹ وہ بلند ہے تو سردیوں میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا گرمیوں میں جب لوگ گزرتے ہیں تو تین چار گائے بیل آگے لگا لیتے ہیں کہ سینکڑوں فٹ برف ہوتی ہے نیچے سے وہ پھٹ جاتی ہے اوپر تازہ برف پڑتی ہے اوپر سے ڈھک جاتی ہے تو کسی جگہ ایسی نرم چھت ہو اس پہ پاؤں پڑے تو آدمی سیدھا دو دو سو فٹ تین تین سو فٹ نیچے چلا جاتا ہے اور پھر اُس کے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا لہٰذا وہ آگے مویشی چلاتے ہیں کہ جہاں سے برف ٹوٹنی ہو ان کے بوجھ سے ٹوٹ جائے تب لوگ گزرتے ہیں جو لوگ صحراؤں میں پیدا ہوئے خیموں میں پلے بڑھے، ریگستانوں کے باسی ان دریاؤں کو عبور کر کے چین میں بھی اللہ کا پیغام لیکر پہنچ گئے اور یہی وجہ ہے کہ ابھی تک چین میں اسلام باقی ہے صحابہ اکرامؓ کی یہ کرامت ہے کہ روئے زمین پر جہاں جہاں صحابہ تشریف لے گئے ہیں وہاں سے اسلام کو مٹایا نہیں جاسکا۔ یہ جو چھپن (56) ریاستیں ہم

نے بنا رکھی ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ مسلمانوں کے پاس چھپن ریاستیں ہیں یہ اُسی ریاست کے چھپن حصے ہیں جو صحابہ اکرام رضوان اللہ اجمعین نے بنائی تھیں اور یہ انہی کے دم قدم کی برکت ہے کہ جہاں اُن کے قدم پڑے وہاں سے اسلام مٹایا نہیں جاسکتا ان سے اللہ اکبر ختم نہیں کی جاسکتی۔ وہاں اذان ہوتی رہتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت کم درجے میں سہی لیکن اگر چودہ صدیوں بعد اللہ کریم نے ایک ایسی ہستی پیدا کر دی جس نے تابعین کے عہد کی یاد تازہ کر دی اور وہ سنت زندہ کر دی جو تابعین سے لیکر آج تک پس منظر میں تھی اور دم واپسی تک اپنی ذمہ داری پوری جانفشانی سے ادا کرتے ہوئے واصل باللہ ہوئے اب آگے مخلوق کو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے یہ ذمہ داری مجھ پر اور آپ پر ہے اس میں ہمارا کتنا خلوص شامل ہے' اس میں ہماری کتنی محنت شامل ہے اس میں ہمارا کتنا درد دل شامل ہے اور کس انداز سے ہم کر رہے ہیں ایک بات تو یہ ہے کہ ہمیں یہ خیال دھوکہ دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو یہ دھوکہ لگا کہ میں بہت بڑا آدمی بن گیا ہوں اور میں بہت مقرب الٰہی ہو گیا ہوں اور اب میں جو چاہوں وہ ہوگا۔ جس کے نتیجے میں وہ ضائع ہو گئے خود ضائع ہوئے اور اللہ کی مخلوق کے ضیاع کا سبب بنے۔ میں حضرتؒ کے ساتھ دندے سے چکڑالہ جا رہا تھا حضرتؒ گھوڑی پر سوار تھے میں پیدل تھا تین چار ساتھی اور بھی تھے وہ دس قدم پیچھے رہ گئے وہ بھی تیزی سے آ رہے تھے لیکن سوڈیڑھ سو گز کا فاصلہ ہو گیا تو ایک واقعہ تھا جس کے بارے میں میں نے پوچھ لیا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک بہت بڑے عالم کی ایک تفسیر کی شرح میں سے ایک مسئلہ ایسا تھا جس پر حضرتؒ کو اتفاق نہیں تھا اور حضرت کا خیال تھا کہ یہ بعد والوں نے یا چھاپنے والوں نے' مرور زمانہ سے صدیوں بعد پانچ چھ سو سال گزر گئے ہیں تو یہ کسی

المرشد کو
بہت زیادہ عام
کریں تاکہ اسے ہوٹلوں
میں، چوراہوں میں، گلیوں میں،
گھروں میں، بازاروں میں پڑھا جائے
تقاریر اور بیانات جو ہوتے ہیں
انہیں زیادہ سے زیادہ
عام کریں۔

نے بات داخل کر دی ہے اور وہ تو اتنے پائے کے صوفی تھے وہ نہیں کر سکتے تھے پھر ایک اُن کی کتاب تھی "مالا بداقبل قیامتہ" ایک کتاب تھی بہت نایاب تھی اور نام تھا اس کا "مالا بداقبل قیامتہ" The thing which will happen definitely before qiamat

وہ اُمور جو قیامت سے پہلے یقیناً ظاہر ہوں گے۔ اب وہ آج سے چھ سو سال پانچ سو سال پہلے بیٹھے ہوئے اُس "مالا بداقبل قیامتہ" میں انہوں نے آج کے عہد کی ساری تصویر رکھ دی کہ قیامت سے پہلے گلیوں میں سوا نیزے پہ روشنی ہوگی اور شہر سارے روشن ہوں گے یہ آج آپ کی بجلی لگی ہوئی ہے ہوائی جہاز کے بارے اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایسی سواری ہوگی جو مہینوں کا سفر گھنٹوں میں کرے گی۔ جہاں دو مہینے لگتے ہیں وہاں دو گھنٹے لگیں گی اور وہ سواری کھانے پینے والی ذی روح نہیں ہوگی یعنی جس حد تک وہ وضاحت فرما سکتے تھے فرمائی اور بے شمار چیزیں جن کا ظہور اب ہوا تو غالباً انہی باتوں میں سے ایک بات پر حضرتؒ نے فرمایا یہ بات ان سے پوچھی جائے تو قاضی صاحب بھی تھے ایک دو اور صاحب کشف ساتھی تھے حضرت رحمتہ اللہ کی عادت تھی کہ خود نہیں کرتے تھے ساتھیوں میں سے کسی سے فرماتے کہ اچھا تم خیال کرو تم خیال کرو تو انہوں نے عرض کی حضرت یہ آدمی تو اتنے سخت عذاب میں ہے کہ اس کے تو آدمی قریب نہیں جا سکتا بات کرنا تو در کنار حضرتؒ نے فرمایا تمہیں غلطی لگ رہی ہے بہت پائے کا ولی اللہ ہے اتنا بڑا عالم ہے تم کسی اور کی قبر میں جا گھسے ہو لیکن بات پھر وہی تو حضرت رحمتہ اللہ نے فرمایا اس وقت حضرت کے مراقبات نویں عرش میں تھے آپ نے فرمایا اچھا ایسا کرو میں بھی خیال کرتا ہوں تم بھی سب اپنے اپنے مقام سے القاء کرو کہ یہ عذاب کم پڑ جائے بات تو ہو سکے سب نے زور لگایا کوئی فرق نہیں پڑا حضرت جیؒ نے فرمایا کوئی وقت بھی اللہ کی اپنی قدرت ہوتی ہے نہیں چلو بارگاہ نبویؐ میں عرض کرتے ہیں' بارگاہ نبویؐ میں

پہنچے عرض کر دیا رسول اللہ ﷺ ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھنا تھا اور یہ پائے کے صوفی بھی تھے عالم بھی تھے تو ان کا عالم بڑا خراب ہے بارگاہ نبوی میں جب عرض کی گئی تو حضور ﷺ نے جب نگاہ مبارک اٹھائی تو عذاب ختم ہو گیا زنجیریں جو پڑی ہوئی تھیں ٹوٹ گئیں باقاعدہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے بے پناہ بے شمار آگ بھڑک رہی تھی آگ سرد ہو گئی زنجیریں ٹوٹ گئیں فرشتے عذاب دینے والے چلے گئے تو حضرت جیؒ نے فرمایا اب بات کرو ان سے تو فرمانے لگے کہ صدیوں مار کھا کھا کر میں نہ بات کرسکتا ہوں نہ ہل جل سکتا ہوں۔ اللہ کو جو منظور ہوتا ہے عجیب طریقے سے کرتا ہے وہ آپ اُسے معاف کرنا چاہتا تھا اُس نے سبب بنا دیا حضرت نے فرمایا القاء کرو سارے مل کر ذکر کرو انہیں بھی ذکر کراؤ، چلو بھئی پہلا لطیفہ کراؤ، دوسرا کراؤ ،جی تیسرا چوتھا پھر پانچواں چھٹا ساتواں پھر احدیت کراؤ معیت کراؤ اقربیت پہ لے جاؤ تب تک وہ بابا جی بھی سنبھل گئے ٹھیک ٹھاک ہو گئے سیر کعبہ لے جاؤ فنا فی الرسول ﷺ میں لے جاؤ۔ مجھے بالکل اس طرح یاد ہے جیسے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں تو بارگاہ نبوی ﷺ سے دو جوڑے عطا ہوئے کہ ایک انہیں دے دو اور ایک مولانا کے لئے رکھ دو جب یہ آئیں گے تو انہیں دے دیں گے اب اُن بزرگ سے حضرت نے پوچھا کہ آپ کو آگے مراقبات کرائیں انہوں نے کہا جی نہیں میں جہاں پہنچ گیا ہوں یہ میرے لئے کافی ہے اور زندگی میں میں نے بڑے مراقبات کر کے دیکھے مجھے مراقبات سے نہیں اس بارگاہ سے فائدہ ہوا اور یہ بات اُس وقت جو دو چار ساتھی ہوتے تھے ہم سب میں مشترک تھی سب کے سامنے ہوئی تھی لیکن اُس دن جب مجھے موقعہ ملا تو ساتھی پیچھے رہ گئے۔ تو جب میں خیال کرتا تھا تو حجابات ہٹتے جاتے تھے تو مجھے اپنے مشاہدات پر مجھے ایک گنا اعتبار ہوا جب وقت نزع آیا تو میرے سامنے

غلام تو غلام ہی ہوتا ہے غلام کی عزت یہی ہوتی ہے کہ اس سے غلامی نہ چھن جائے۔ عزت غلاموں کی نہیں ہوتی عزت مالکوں کی ہوتی ہے اور کسی بھی غلام کو مالک اپنی ذات کی طرح ہی سمجھتے ہیں

ایک خوبصورت بڑا کشادہ، بڑا خوبصورت، بڑا پُر فضا پھولوں سے مہکتا ہوا میرے سامنے ایک راستہ بن گیا کہ چلو بھئی دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے دفعتاً اس کے ساتھ ایک اور راستہ بن گیا اب مجھے چونکہ دونوں نظر آ رہے تھے میں نے سوچا کہ اس دوسرے راستے پہ بھی چل کر دیکھا جائے کہ اس پہ کیا ہے؟ یہ سوچا اُس پر چلنے کا ارادہ کیا میں نے اس راستے پہ قدم نہیں رکھا ارادہ کیا اپنی جگہ سے قدم اٹھایا کہ رکھتا ہوں پھر قدم واپس رکھ لیا اور یہ غلط تو نہیں قدم واپس رکھا مراقبات سلب ہو گئے عبادات سلب ہو گئیں اور پوری زندگی کی جو چھوٹی موٹی گستاخیاں تھیں وہ بھی سامنے آ گئیں صرف ایمان بچا اور مجھے بتایا گیا کہ ادھر تم قدم رکھ دیتے تو ایمان بھی ضبط ہو جاتا چونکہ وہ راستہ شیطان نے بنایا تھا فرمایا! تب سے اب تک یہ حال میں بھگت رہا ہوں جس سے تم لوگوں نے مجھے نکالا ہے اب میری منزل بارگاہ نبویؐ ہے آگے مجھے کچھ نہیں چاہئے میں سب دیکھ چکا ہوں اور میں یہ سمجھ چکا ہوں کہ حضور ﷺ کے قدموں میں پہنچ جانا ہی انتہائے آدمیت ہے۔

ایک اور آدمی کا قصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سنایا کرتے تھے کہ وہ دریائے سوات کے کنارے رہتا تھا دنیاوی سامان میں سے اس کے پاس مٹی کے دو برتن تھے پراتوں جیسے ان میں سے ایک میں قرآن مجید رکھتا تھا اور پر دوسری بکسے (صندوق) کی طرح ڈھک دی اور وہ سیدھا لباس اور جھونپڑی بنائی ہوئی تھی کبھی جنگلی پھل کھا لیا یا دریا سے مچھلی پکڑ لی دریا کے کنارے رہتا تھا اور ہر وقت پڑھتا رہتا تھا تقسیم ملک تک وہ تھا تقسیم ملک پر ایجنسیوں نے اُس کی شکایت کی کہ اس شخص کی بڑی عجیب زندگی ہے اور بے شمار لوگ اس کے پاس آتے جاتے ہیں شاید یہ کوئی جاسوس ہے یا کیا ہے؟ اُسے علاقے کے افسر نے اے۔سی نے ڈی۔سی نے طلب کیا

لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا اس نے اس کے وارنٹ نکالے اور پولیس بھیج دی گرفتار کرنے کیلئے، وہ عجیب آدمی تھا اس نے کہا یار نہ میرا کوئی تمہارے ساتھ تعلق ہے نہ میرا کوئی لین دین ہے نہ تم مجھے گرفتار کر سکتے ہو تو وہ اُسے ہتھکڑی لگاتے تو وہ اس طرح ایک دفعہ پڑھتا اللہ تو ہتھکڑی ٹوٹ کے گر جاتی انہوں نے آ کر وہ بات اپنے اُس آفیسر سے کہی کہ یہ کوئی درویش آدمی ہے خواہ مخواہ ایجنسی والوں نے اس کے پیچھے لگا دیا چھوڑ دو اُسے۔ میں نے حضرت سے پوچھ لیا کہ اس کے مقامات کتنے تھے فرمانے لگے اُسے تصوف کسی نے بتایا ہی نہیں تھا وہ تو محض اللہ کے نام پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اللہ سے اس کا اتنا تعلق بن گیا تھا یہ ضروری نہیں کہ اُسے کوئی سکھانے والا بھی ہو۔ اُسے تو پتہ ہی نہیں تھا مراقبات کا اُسے ملا ہی کوئی نہیں سکھانے والا، تو وہ سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہاں بیٹھ گیا عجیب بات اس میں دوسری یہ ہے کہ جن لوگوں نے سلوک سکھایا انہوں نے لوگوں سے دنیاوی امور چھڑوا دیئے خاندانوں سے الگ کر دیا گھروں سے دور بھیج دیا کہ دنیاوی الائشوں میں آ کر تم اسے قائم نہیں رکھ سکو گے یہ کمال بھی الحمدللہ حضرت رحمتہ اللہ کا ہے۔ پوری طرح دنیاداری میں حصہ لے کر دنیا کو دین کے مطابق چلایا جائے اور اس کے ساتھ ہی مراقبات ومنازل اور کیفیات بھی نصیب ہوں اور یہی حقیقی سنت ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے اس کا صرف کہنا آسان ہے یہ کرنا بہت مشکل ہے۔

الحمدللہ حضرتؒ نے ایک عام آدمی کی زندگی گزاری، بڑی تکلیفیں اٹھائیں لوگ مارنے کے درپے ہوئے۔ جائیدادوں کے جھگڑے بنائے۔ مقدمات بنائے۔ بہتان لگائے اخباروں نے مخالفت کی، حکومتوں نے مخالفت کی لیکن یہ اللہ کا احسان ہے کہ آخر دم تک اللہ کے اس بندے کے چہرے پہ شکن نہیں آئی۔ بیٹا تھا اس بیٹے نے بھی کتنی ایذا دی میں نے کبھی کسی مجلس میں حضرت کو ساتھیوں کے ساتھ اُداس نہیں دیکھا پوری فراخ دلی سے، پوری ہنسی خوشی ہر ایک کی ملاقات و تربیت فرما رہے ہیں وہ اپنے سارے دکھ اپنے لئے رکھتے تھے دوسروں کے بانٹتے تھے اور اس طرح سے ایک تنظیم ایک جماعت بنا کے ہمارے سپرد کی۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ اس میں ہم کیا کر سکے؟ مراقبات کی حیثیت بھی تب باقی رہے گی جب اللہ کے ساتھ خلوص باقی رہے گا یہ تو بنیاد ہے جب یہاں انانیت کی چوٹ پڑی دنیاوی لالچ کی چوٹ پڑ گئی یا اور کوئی مصیبت پڑ گئی کسی بڑی سے بڑی عمارت کی بنیاد کھینچ لو تو اسے گرنے میں کتنا وقت لگتا ہے کھڑا کرنے میں وقت لگتا ہے گرانے میں نہیں اب تو چونکہ زمانہ بہت آگے جا چکا ہے۔ وسائل و ذرائع بدل چکے ہیں تو وہی وسائل و ذرائع ہمیں ایک نظم کے ساتھ اس نعمت کی ترویج و تشہیر اور خلق خدا کے استفادے کے لئے پورے خلوص سے اختیار کرنے چاہئیں الحمدللہ کمپیوٹر کا زمانہ آ گیا اسی کمپیوٹر پر لوگ جوئے کھیلتے ہیں اور کروڑوں نہیں اربوں کا جواء کمپیوٹر پہ ہوتا ہے ہر آدمی اپنے گھر بیٹھا کھیل رہا ہے۔ اسی کمپیوٹر پہ ساری دنیا کی فحاشی آ رہی ہے مولانا تو ابھی ٹی وی پر اٹکے ہوئے ہیں علماء کو تو اس کی سمجھ ہی نہیں آئی اب فحاشی جو ٹیلی ویژن پہ نظر آتی ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے اصل فحاشی کمپیوٹر پر ہے انٹرنیٹ پر ہے اسی پر لوگ لین دین کرتے ہیں اسی پر تعلیم حاصل کی جا رہی ہے اور آپ دنیا کے کسی ملک کی کوئی ڈگری حاصل کرنا چاہئیں تو آپ کو گھر کا یا دفتر کا کمپیوٹر بھی یہ سہولت مہیا کرتا ہے کہ اپ اس پر بیٹھ کر اپنی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور باقاعدہ ڈگری ملتی ہے سند ملتی ہے وہ مانی بھی جاتی ہے اسی پر خرید و فروخت ہوتی ہے اور دنیا کے بڑے بڑے سودے اپنے گھر بیٹھے لوگ کمپیوٹر پہ کر رہے ہیں اور ان پر عملدرآمد ہو رہا ہے یعنی

ہماری سب سے
بڑی عزت بارگاہ نبوی ﷺ کی غلامی ہے۔
اور یہی سب سے بڑا مقام ہے

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں بچا جس میں اب اس کی مداخلت نہ ہو لیکن الحمدللہ' اللہ نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم نے بین الاقوامی طور پر اپنے اذکار کو' دین اسلام کی تبلیغ کو' تقاریر کو' تفاسیر کو اور بیانات کو کمپیوٹر پر چڑھایا۔ ہر کوئی اپنا اپنا کر رہا ہے ہمارا اپنا کام ہے ہم بھی اس پر لے گئے اس کا فائدہ یہ ہے کہ جاپان سے لیکر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لیکر افریقہ تک ساتھی ایک معینہ وقت پر دو وقت دن میں میرے ساتھ ذکر کر لیتے ہیں کمپیوٹر تو ایک آلہ ہے آلہ تو حرام نہیں ہے اس کا استعمال اچھا ہے یا بُرا ہے جو برا کرتے ہیں ان سے خدا پوچھے گا لیکن ہم تو سمجھتے ہیں کہ الحمدللہ اللہ کا احسان ہے کہ یہ کمپیوٹر آیا تو جو لوگ ترستے تھے انہیں براہ راست ذکر کرنے کا موقعہ مل گیا۔ کوئی بات پوچھنا چاہیں تو اسی وقت بٹن دبا کر وہ بات پوچھ لیتے ہیں ادھر سے وہ بات کرتے ہیں ادھر سے میں جواب دے دیتا ہوں۔ یہ ساتھی انگلینڈ کے بیٹھے ہیں ان سے پوچھو جس طرح یہاں آپ کو روز ذکر کراتے ہیں وہاں ان کو اس طرح مل جاتا ہے پھر پاکستان کے بے شمار لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں دنیا بھر کے لوگ کرتے ہیں تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جوں جوں دنیا کے وسائل بدل رہے ہیں ان کی روشنی میں ہمیں اپنے پورے نظم وضبط کے ساتھ ان برکات کی ترویج کیلئے محنت کرنا چاہئے کمپیوٹر کے شعبے میں ہم بھی اپنی آڈیو ویڈیو سی ڈیز (CD) بنائیں نشرواشاعت میں ہم المرشد کو بہت زیادہ عام کریں تا کہ اسے ہوٹلوں میں، چوراہوں میں، گلیوں میں، گھروں میں، بازاروں میں، پڑھا جائے تقاریر اور بیانات جو ہوتے ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ عام کریں اللہ کی مخلوق کو دعوت دینے میں اپنی انا کو درمیان میں نہ لائیں میں آج آپ سے بات کر رہا ہوں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں کبھی کبھی بات کر جاتا تھا اس کے بعد جب اپنے ہی

مجاہدہ ضروری ھے۔ حلال کھانا سب سے بڑا مجاہدہ ھے۔ رزق میں حرام شامل نہ ہونے دو

گلے پڑی تو زبان کو تالا لگ گیا تو ایک دفعہ میں نے حضرت سے کہا حضرت اللہ بے نیاز ہے اب اس کا کام ہے ایسے لوگوں کو پیار سے سمجھانا پڑتا ہے کہ اگر کوئی دنیاوی کام ہوتا تو شاید ان لوگوں کو ہم اپنے دروازے کے باہر سے گزرنے کی اجازت بھی نہ دیتے بات کرنا تو دور کی بات ہے شاید ہم یہ بھی گوارا نہ کرتے کہ یہ بندہ جہاں ہم رہتے ہیں ہماری حویلی کے باہر سے گزر جائے کہتے کہ یہ اس قابل نہیں ادھر سے گزرنے کی اجازت نہ دو لیکن اب ان کی صفت کرتے ہیں یار بات تو سن لو، مانو نہ مانو، تمہاری مرضی اور پھر جب انہیں منت سماجت کر کے گھیر گھار کر لاتے ہیں تو اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ انہیں بھگا دیتا ہے کسی کو بخار چڑھا کر کسی کی کوئی اور بیماری بھیج کر کسی کا مالی نقصان ہو جاتا ہے ان میں اتنی قوت برداشت ہوتی نہیں وہ بھاگ جاتے ہیں ہمیں کہتا ہے بلا کے لاؤ تو حضرت ان باتوں پر ہنسا کرتے تھے اس کام کے لئے سب سے پہلے بنیادی بات یہ ہے کہ دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ میں ایک غلام ہوں اور غلاموں میں بھی اقسام ہوتی ہیں ایک کے ذمہ لگا دیا جاتا ہے مالی کا کام۔ مالی کا کام کرتا ہے۔ ایک کپڑے دھونے پہ لگا دیا جاتا ہے وہ' وہ کرتا ہے ایک کو بازار سے سودا لانے پہ لگا دیا جاتا ہے' غلاموں میں حضرت فرمایا کرتے تھے ایک ہوتا ہے اجیر' اجیر کسی ایک کام کیلئے نہیں ہوتا جو کام آجائے بلاؤ اُسے' روٹی پکانی ہے بلاؤ اسے' مویشی چرانے ہیں بلاؤ اُسے' کپڑے دھونے ہیں اُسے بلاؤ' مٹی لگانی ہے...... باقی سب کے ذمے ایک ایک کام ہوتا ہے۔ حضرت فرماتے تھے صوفی اجیر ہے بارگاہ نبوی ﷺ کا۔ بارگاہ اقدس میں اگر مولوی ہے تو اس کے ذمے قرآن وحدیث پڑھانا یا سمجھانا ہے مفتی ہے تو اس کے ذمے فتوے دینا ہے باقی باتوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں مجاہد ہے تو اس کے ذمے تلوار چلانا ہے لیکن صوفی اجیر ہوتا ہے چاہئے اس سے یہ تلوار اٹھواؤ لڑنے کیلئے' چاہو تو کہیں واعظ کرو' چاہیں تو کہیں اس بات کا فتویٰ دو چاہیں تو اُسے کہیں جھاڑو دو چاہیں تو اسے کہیں ہنڈیا پکاؤ

جو حکم ملے اُسے وہ کرنا ہے کہ صوفی کی حیثیت غلاموں میں بھی اجیر کی ہے۔ ایسا غلام جس کے ذمے ہر خدمت ڈالی جا سکتی ہے تو غلام تو غلام ہی ہوتا ہے غلام کی عزت یہی ہوتی ہے کہ اس سے غلامی نہ چھن جائے۔ عزت غلاموں کی نہیں ہوتی عزت مالکوں کی ہوتی ہے اور کسی بھی غلام کو مالک اپنی ذات کی طرح ہی سمجھتے ہیں آپ کے ملازم ہیں میرے ملازم ہیں میرے ملازم کو کوئی سڑک پہ تھپڑ مار دے میں سمجھوں گا کہ اس نے مجھے مارا ہے بالکل ایسے ہی عزت مالک کی ہوتی ہے اسے کچھ احساس ہوتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے اُس کی آبرو میری آبرو ہے اسکی جان پر تحفظ ہے اس جان سے کوئی اس سے گستاخی کرے گا تو وہ مجھ سے کر رہا ہے۔

تو ہماری سب سے بڑی عزت بارگاہ نبوی ﷺ کی غلامی ہے۔ اور یہی سب سے بڑا مقام ہے باقی سارے مراقبات اس کے تابع ہیں زیادہ سے زیادہ محنت کرو۔ زیادہ سے زیادہ مراقبات حاصل کرو لیکن کیا وہ قادر نہیں ہے کہ کسی کے پاس لطائف بھی نہ ہوں اور اُسے موت کے بعد بھی سارے مقامات دے دے تو اُسے کون روکے گا اس کا انعام ہے۔ مراقبات تو ثمرات ہیں اور ثمرات تو من جانب اللہ ہوتے ہیں اور اُن مراقبات کا کیا اثر کہ ساری زندگی محنت کر کے پھر وہ چھن جائیں۔

ہم گجرات جا رہے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے میں ہمرکاب تھا ایک غیر معروف سی قبر سڑک کے کنارے اکیلی تھی فرمایا گاڑی روکو گاڑی روک دی، اکثر میں ہی ڈرائیور ہوتا تھا خیال کرو اس قبر میں کون ہے؟ ایک بزرگ عمر رسیدہ سا نیک آدمی تھا اُسے لطائف کراؤ اسے مراقبات کراؤ، اسے فنا فی الرسول کراؤ، چلو دعا کرو نہ واقف، نہ مطلب، نہ مقصد، پتہ نہیں کب کا دفن ہے؟ کون ہے ملک صاحب کے ڈیرے پہ پہنچ گئے۔ آرام کرنے کا وقت آیا تو میں نے کہا

ہم قبر میں جائیں
گے وہاں حوریں آئیں گی
ہم کہیں گے بی بی قرآن
آتا ہے تو سناؤ نہیں
آتا تو گھر جاؤ

حضرت یہ بندہ کون تھا؟ فرمانے لگے مجھے کیا پتہ کون تھا؟ من جانب اللہ میرے دل میں خیال آیا کہ اس نے ساری زندگی تلاش کی ہے اور اُسے کوئی بندہ نہیں ملا اس کی طلب صادق تھی اس کے پاس سے گزر رہے تھے تو اس کے مراقبات کرا دیں میں نے کرا دیئے۔ وہ جب دیتا ہے تو اس طرح بھی دے دیتا ہے اور یہ وہ واقعات ہیں جو میرے سامنے جن کا میں ذاتی طور پر گواہ ہوں۔ محنت کرنا بندے کے ذمے ہے مجاہدہ ضروری ہے۔ حلال کھانا سب سے بڑا مجاہدہ ہے۔ رزق میں حرام شامل نہ ہونے دو مجھے اگلے دن بھی کسی نے کہا شاید میں آم کھا رہا تھا آپ بدپرہیزی کر رہے ہیں۔ جی نہیں میں بدپرہیزی نہیں کر رہا آپ شوگر کے مریض ہیں آم میٹھے ہیں میں نے کہا بھائی حرام حلال کی پرہیز پہ جو بندہ کاربند ہو جائے باقی کوئی پرہیز نہیں میں حلال کھا رہا ہوں الحمدللہ یہ حرام نہیں ہے اور زندگی میں یہ پرہیز میں قائم رکھ سکا تو میں سمجھوں گا کہ میں بہت کامیاب ہوں تو باقی پرہیزوں کو رہنے دو باقی چلتا رہے گا بیماریاں آئیں گی بھی بیماریاں جائیں گی بھی دوائی بھی کھائیں گے پرہیز بھی ہوگی، بدپرہیزی بھی ہوگی ڈاکٹر کہتے ہیں یہ نہ کھاؤ نہ کھائیں گے، کبھی کھا بھی لیں گے کوئی شرعی حرام تو نہیں ہے لیکن جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کہہ دیا وہ نہ کھاؤ وہ نہیں کھائیں گے۔ مجاہدہ اصل میں یہ ہے کہ اپنے رزق کو حلال کرو۔ اپنے آپ کو غلام سمجھو چوہدری نہ بنو۔ غلامی کا حق ادا کرتے رہو، دن بھر جو لغزشیں ہوتی ہیں ان سے معافی مانگتے رہو، اپنے خلوص کو زندہ رکھو اور پورے خلوص سے کام کرو۔ انسانی فطرت میں غلطیاں ہیں بتقاضائے بشری ہم نیکیاں گنتے ہیں گناہ نہیں گنتے حالانکہ نیکی کی ہمارے پاس رسید نہیں ہوتی نیکی تو وہ نیکی ہے جس کی ہمارے پاس رسید ہو کہ وہ منظور ہو گئی اور کسی گناہ کے لئے رسید کی ضرورت نہیں ہے صرف رسول اللہ ﷺ کا منع کر دینا کافی ہے جب وہ کام کیا تو یقین ہو گیا کہ یہ برائی مجھ سے ہو گئی اس کی سند کی ضرورت نہیں

ہے تو گننے تو گناہ چاہیں ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ اپنی نمازیں اپنی نیکیاں گنتے ہیں نیکی تو اس کا احسان ہے اسکی عطا ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

کہ کسی کی عمر بھر میں ایک تسبیح قبول ہوگئی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور کما قال رسول اللہ ﷺ

سبحان اللہ ایک تسبیح ہے۔ الحمدللہ ایک تسبیح ہے۔ اللہ اکبر ایک تسبیح ہے۔ اب زندگی میں کسی نے ایک دفعہ اللہ اکبر کہا اور وہ قبول ہوگیا تو اس کی نجات ہوگئی ہم جہنم سے ڈرتے کیوں ہیں؟

مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ تھے انہیں قرآن حکیم سے عشق تھا اور جو بھی ملنے جاتا تو پوچھتے تمہیں قرآن آتا ہے کوئی حافظ ہوتا کوئی قاری ہوتا، کوئی ہم جیسا ہوتا حضور ہمیں تو یاد نہیں اچھا تم نماز پڑھتے ہو سورۃ الفاتحہ تو آتی ہوگی اچھا وہ سناؤ قل شریف تو یاد ہوگا اچھا وہی سنا دو جو بھی جاتا اس سے فرمائش کرتے کہ قرآن سناؤ۔ ایک دن کسی نے کہا حضرت قبر میں کیا کریں گے؟ آپ فرمانے لگے ہم قبر میں جائیں گے وہاں حوریں آئیں گی ہم کہیں گے بی بی قرآن آتا ہے تو سناؤ نہیں آتا تو گھر جاؤ یعنی آپ آدمی کا یقین دیکھیں ایک بوڑھے بزرگ کا اسی سال سے اوپر عمر ہے، قبر میں جائیں گے تو وہاں حوریں آئیں گی انہیں قیامت کے دن یا منکر نکیر کی فکر نہیں ہے انہیں پتہ ہے ہم جائیں گے منکر نکیر نہیں آئیں گے۔ منکر نکیر کی بات ہی نہیں کر رہے ہم قبر میں جائیں گے وہاں حوریں آئیں گی تو میں کہوں گا بی بی قرآن آتا ہے تو سناؤ تم بھی بیٹھو ہم بھی سنتے ہیں تم سناؤ ہم سنتے جائیں نہیں آتا تو جاؤ۔

میں وہ بات کر رہا ہوں کہ ایک آدمی کو اپنے رب کی رحمت پہ کتنا اعتماد ہے کہ میں قبر میں جاؤں گا تو منکر نکیر کا میرے ساتھ کیا کام میری قبر میں تو حوریں آئیں گی میرے استقبال کیلئے اور میرے آرام کے لئے ہمیں کیوں یقین نہیں ہوتا کہ انشاء اللہ ہماری نجات ہوگی شاید اس درد سے ہم نے کبھی کوئی آج تک ایک تسبیح بھی نہیں کی قابل غور یا قابل فکر امور تو یہ ہیں۔

تو میرے بھائی! نظم وضبط ہی دین ہے اور دنیا میں تہذیب اسلام نے سکھائی اور آج تک تہذیب کا دین اسلام ہے۔ باقی ساری دنیا تہذیب سے آشنا ہی نہیں، محض اپنے رہنے سہنے کے طریقے کو تہذیب کہہ دیتے ہیں ورنہ آپ مغربی دنیا کو دیکھ لیں میں نے کل بھی ایک محقق سے سوال کیا؟ کہ جو تصویریں آپ ہمیں دکھاتے ہیں تاریخی اعتبار سے کہ یہ پری ہسٹری ہیں' تاریخ سے پہلے کی ہیں یہ لوگ جنگلوں میں رہتے تھے انہیں لباس بنانا نہیں آتا تھا' یہ وحشی تھے' یہ ننگے رہتے تھے' یہ ہوتا تھا وہ ہوتا تھا تو انہیں آپ کہتے ہیں کہ یہ غیر مذہب تھے یہ آپ کی تہذیب ترقی کرتے کرتے کیا وہیں جا کر نہیں پہنچی کہ آپ بھی ننگے رہتے ہیں کوئی عزت وآبرو نہیں' کوئی شرم وحیاء نہیں' کوئی حلال حرام نہیں' کوئی پاک ناپاک نہیں تو ان میں اور آپ کی تہذیب میں فرق کیا ہے؟ جسے آپ تہذیب کہتے ہیں اس میں اور جنہیں آپ غیر مہذب کہتے ہیں ان کے رہن سہن میں تو کوئی فرق نہیں ...... واقعی وہ پریشان ہوگئے کہ بات تو ایسی ہی ہے۔ تہذیب آج بھی اسلام کے پاس ہے عزت واحترام' شرم وحیا' حدود وقیود' کس کا کہاں تک حق ہے' کس کو کہاں تک برداشت کرنا ہے یہ سب کچھ دین حق کے اندر ہے۔ اسلام کے باہر آج بھی دنیا غیر مہذب ہے اور اللہ جل شانہ، کو یہ بات سب سے زیادہ پسند ہے، جس کے لئے اس نے بے شمار نبی بھیجے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ اس کے بندوں کو اس کی ذات سے آشنا کیا جائے اور اس کی دوری کے دکھ سے انہیں بچایا جائے۔ اس لئے اس خلوص کے ساتھ اس محنت کو جاری رکھیں ہمارے بعد آنے

> اس خلوص کے ساتھ اس
> محنت کو جاری رکھیں ہمارے بعد آنے والا زمانہ اللہ
> کرے ہم پر یہ گواہی دے کہ انہوں نے محنت کرنے
> کا خدمت کرنے کا' حق ادا کیا تھا

والا زمانہ اللہ کرے ہم پر یہ گواہی دے کہ انہوں نے بھی محنت کرنے کا' خدمت کرنے کا' حق ادا کیا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی کوئی یہ کہے کہ اگر یہ بدبخت نہ ہوتے کوئی اور ہوتا تو شاید یہ دولت اور آگے لوگوں تک پہنچتی لیکن ان نامرادوں نے ضائع کر دی یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ تو وسیع النظر بھی تھے' وسیع ظرف بھی تھے میں نے زندگی میں کسی شخص کو اتنا جرات مند اتنا باحوصلہ، اتنا صابر وشاکر، اتنا متوکل نہیں پایا اور انہیں ایسا ہی ہونا چاہئے لیکن یہ ممکن نہیں ہوتا کہ بعد میں آنے والے اتنے ہی مضبوط ہوں۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ یہ بھی سنت صحابہؓ ہے کہ جو نعمت حضرت نے ہمیں دی تھی جس طرح صحابہ اکرام نے ارض مقدس سے نکل کر اسے روئے زمین پر پھیلا دیا تھا الحمد للہ ہم نے بھی اسے پاکستان سے نکال کر روئے زمین پر پھیلا دیا۔ یہ اللہ کا احسان ہے اس کی دی ہوئی توفیق ہے اور اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے مجھے کل بھی ایک ساتھی کہہ رہا تھا ۔کینیڈا آجائیں میں نے کہا کہ جب ضرورت تھی میں ساری دنیا میں پھرا اب میں یہاں بیٹھ کر کینیڈا کا کام کر لیتا ہوں میرا سیر کرنا یا گھومنا مقصد تب تھا نہ اب ہے' میں جا کر کیا کروں گا سفر کرنا مقصد نہیں مقصد کام کرنا ہے الحمد للہ اللہ نے اب تو ایسی سہولت دی ہے کہ یہاں بیٹھ کر ساری دنیا میں کام کر رہے ہیں تو اپنے پورے خلوص کے ساتھ پورے درد دل کے ساتھ توفیق وہ دیتا ہے' مضبوط ارادوں کو دیتا ہے' پوری قوت ارادی کے ساتھ اپنے امور کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داری میں پوری دلچسپی لیں۔

انسانی فکر ہوتی ہے ہم ذہنی طور پر کسی دوسری بات کو زیادہ اہم سمجھ کر اس میں الجھ جاتے ہیں جو زیادہ اہم ہوتی ہے وہ رہ جاتی ہے لیکن اگر ہم ایسا کریں جو زیادہ اہم ہے اُسے ہی اہمیت دیں تو دوسرے کام ساتھ ہوتے رہتے ہیں رکتے نہیں نالائقی ہم سے یہاں ہوتی ہے کہ ہم سلسلے کا جماعت کا دین کا کام چھوڑ دیتے ہیں مجبوری پڑ گئی تھی مجبوری کوئی بھی نہیں محض ہمارا خیال ہے کہ مجبوری ہماری یہ ہے۔ ہماری مجبوری ہے یہ ہماری ذمہ داری ہے ہم اجیر ہیں ہمیں یہ کام کرنا ہے اس کے ساتھ دوسرے امور چلتے رہیں گے ہوتے رہیں گے اگر ادھر دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، کا نقصان ہو گیا تو اللہ نفع بھی دے دے گا۔

لیکن اگر ادھر کوئی ایک فرض قضا ہو گیا تو شاید کتنے لوگوں کی گمراہی کا سبب بن جائے اگر ہمارے ایک قدم سے ایک بندہ بھی سدھر سکتا تھا اور ہم نے وہ کم نہیں کیا اور وہ ایک محروم رہا تو ساری زندگی کی محنت کے بدلے اگر غفور الرحیم نے پوچھ ہی لیا کہ میرے ایک بندے کی محرومی کا سبب تم ہو۔ اللہ کرے پرسش اعمال نہ ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ کیوں کیا ہے؟ وہ ضرور جہنم جائے گا۔ کسی کے پاس کوئی جواز اپنے کردار کا نہیں ہوگا اُسے جہنم جانا ہوگا۔

دعا کیا کرو اپنے لئے' ساتھیوں کیلئے' میرے لئے' سلسلے کیلئے ملک کیلئے' قوم کیلئے' فاضل مت بن جاؤ مرتے دم تک سیکھتے بھی رہو جو طالب آئے اسے سکھاتے بھی رہو۔ علم کی انتہا نہیں ہے۔ علم اللہ کی صفت ہے۔ جس طرح اس کی ذات حدود سے بالاتر ہے اس کی صفات بھی حدود سے بالاتر ہیں۔

ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟
مراقبات کی حیثیت بھی تب باقی رہے گی جب
اللہ کے ساتھ خلوص باقی رہے گا۔

علم اللہ کا نور ہے اس کی انتہا نہیں ہے کوئی غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس سے دوسرے نے سیکھ لیا جس نے سب کچھ سیکھ لیا اس کے سیکھنے کیلئے ابھی بہت کچھ باقی ہے اور جو سکھا سکتا ہے وہ آگے سکھائے جدید تقاضوں کے مطابق جدید طریقوں کو استعمال میں لاتے ہوئے جدید وسائل وذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے۔ آمین

اپنا محاسبہ

اگر ہم دوسروں پہ فتوے لگاتے رہیں حکومت کو برا بھلا کہتے رہیں سیاستدانوں کو برا بھلا کہتے رہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرے اور اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ اس لئے کہ میں نے، آپ نے، ہم سب نے اپنا اپنا حساب دینا ہے ہم سے نہ حکمرانوں کا نہ سیاستدانوں کا اور نہ کسی دوسرے کا حساب مانگا جائے گا۔ ہم سے ہمارا حساب مانگا جائے گا۔ اس لئے میرے بھائی! اپنا محاسبہ ہر گھڑی، ہر آن کرتے رہو بیشتر اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 1-08-2003

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرَّحیُمo

انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدة الذی حرمھا ولہ کل شی وامرت ان اکون من المسلمین oوان اتلوا القران ‘فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہٖ ‘ومن ضل فقل انما انا من المنذرین oوقل الحمدللّٰہ سیریکم ایتہ فتعرفونھا oوما ربک بغافل عما تعملونo

سورۃ نمل کی آخری آیات ہیں بیسیویں پارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ انما امرتُ ان اعبد رب ھذاہ البلدة الذی حرمھاo

کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان اعبد رب ھذ ہ البلدة الذی حرمھا. اس شہر مکہ کے مالک کی عبادت کروں پروردگار کی، رب کی، عبادت کروں جس نے اس کو محترم اور مقام ادب بنایا۔ مشرکین عرب بھی مکہ مکرمہ کو محترم سمجھتے تھے اور گذشتہ ادیان کے حوالے سے یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی اور ان لوگوں کے نزدیک بھی جو خود کو دین ابراہیمی کا پیروکار سمجھتے تھے شہر مکہ نہایت حرمت کا اور ادب کا مقام تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس حوالے سے بات ارشاد فرمائی کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُس پروردگار کی عبادت اور اطاعت کروں جس نے اس شہر کو حرمت عطا کی ہے۔ اگر تم سب اسے محترم سمجھتے ہو، قابل احترام سمجھتے ہو، قابل ادب سمجھتے ہو تو آخر اس کو یہ احترام اور یہ عظمت کس

> **اگر ہم اللہ جل شانہ کے مقابلے میں کسی اور کا حکم مانتے ہیں اور اس وجہ سے مانتے ہیں کہ اگر اس کا حکم نہ مانا تو ہمارا نقصان ہوگا اور اگر مانا تو ہمیں یہ نفع ہوگا تو اہل علم کے نزدیک ہم نے اس کو رب مان لیا۔**

نے دی؟ کون ہے وہ ہستی جس نے اس شہر کو اتنی عظمت عطا کر دی؟ وہ رب ہے۔

رب ھذہ البلدة

اس شہر کے پروردگار کی یہاں اللہ جل شانہ کا اسم ذات استعمال نہیں کیا گیا صرف صفاتی نام رب لیا گیا ہے۔ رب وہ ہستی ہوتی ہے جو ساری مخلوق کی ہر ضرورت، ہر جگہ، ہر وقت، ہر حال میں پوری کر رہی ہو اور تمام مخلوقات کو، تمام تخلیقات کو، درجہ بدرجہ اس کی منزل کی طرف پہنچا رہی ہو۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ایسی کسی ہستی کا تصور کفار و مشرکین کے پاس بھی نہیں، کفار و مشرکین نے بھی دین کو تقسیم کر دیا ہے متعدد ہستیاں اس کے لئے تسلیم کر لی ہیں۔ کوئی پہاڑوں کا رب ہے، کوئی جنگلوں کا رب ہے، کوئی بارش دینے والا ہے، کوئی دولت دینے والا ہے، کوئی اولاد دینے والا ہے اور کسی کے ذمے لیل و نہار ہیں یعنی ہر کام، زندگی کا ہر شعبہ جو ہے کسی نہ کسی دیوی دیوتا کے، کسی نہ کسی ایک رب کے سپرد کر رکھا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے رب جتنے تم لوگوں نے بنا رکھے ہیں یہ تو کبھی ایک بات پہ متفق ہوتے نظر نہیں آتے۔ ہر مخلوق کی اتنی ضروریات ہیں کہ انہیں

رب العالمین ہی سمجھ سکتا ہے ایک گھاس کے تنکے کو کتنی تراوت چاہئے۔ کون کون سی غذا چاہئے' کتنی دھوپ اس کے لئے ضروری ہے' کتنی کرنیں آفتاب کی اس کی ضرورت نہیں اور کتنی روشنی چاند کی اس کی ضرورت ہے' یہ جاننا اس کا کام ہے جو اس تنکے کو پیدا کرتا ہے وہ اس کی ضروریات کو بھی پیدا کرتا ہے اور ضروریات کی تکمیل کی اشیاء بھی پیدا کرتا ہے۔ اور پھر ان تمام چیزوں کو اُس تک پہنچانے کے اسباب بھی پیدا فرماتا ہے وہ رب ہے۔ اگر آپ اس شعبے کو بانٹ دیں کہ جی پیدا تو ایک کرتا ہے اس تک دھوپ دوسرا پہنچاتا ہے۔ اس تک بارش کا پانی تیسرا پہنچاتا ہے' اس تک ہوا چوتھا پہنچاتا ہے' اس تک سورج کی کرن پانچواں پہنچاتا ہے تو از خود ایک جھگڑا کھڑا ہو جائے گا کہ یہ جو پانچ سات پروردگار مانے گئے ہیں یا رب مانے گئے ہیں ان سب میں اتفاق واتحاد اور ان سب میں یگانگت کیسے ہو کہ اپنا اپنا کام وقت پر انجام دیں یہ ممکن نہیں ہے یہ عقلاً بھی محال ہے دس بارہ پندرہ ہستیوں میں ایک چیز کے مختلف امور بانٹ دیئے جائیں اور پھر وہ ہزاروں' لاکھوں' صدیوں چلتے رہیں اور کہیں فرق نہ آئے۔ اگر سورج کے طلوع وغروب میں ایک ایک لمحہ کی تاخیر وتقدیم ہوتی وقت معینہ سے تاخیر کرنا شروع ہو یا زمین سے فاصلہ ایک ایک سینٹی میٹر بڑھنا شروع کر دیتا زمین کب کی تاریکیوں میں ڈوب چکی ہوتی اور سردیوں سے تباہ ہو چکی ہوتی' برف بن چکی ہوتی' ایک ایک سینٹی میٹر اس کے قریب آنا شروع کر دیتا تو یہ کب کا دوزخ بن چکی ہوتی۔ کون ہے جس نے ہر لمحے اور ہر فاصلے کو ماپ کر رکھا ہوا ہے۔ اگر ہوا اپنی رفتار بڑھاتی رہتی تو مخلوق کو اڑا لے جاتی اور تباہ کر دیتی اور اگر گھٹاتی رہتی لوگ دم گھٹ کر مر جاتے کون ہے جس نے اس کو ایسے تناسب میں رکھا ہوا ہے جس میں مخلوق کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ متعدد نہیں ہو سکتے فرمایا وہ ایک ہی ہستی ہے اور جو حقیقی رب ہے مجھے حکم ہے کہ میں اُسی کی عبادت کروں۔ عبادت کیا ہوتی ہے؟

اللہ کو رب ماننے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ساری امیدیں اُسی ایک ذات سے وابستہ کریں اپنے سارے خوف اُس ایک ذات سے وابستہ کر دیں کہ کہیں وہ روٹھ نہ جائے

عبادت کا مفہوم غیر مشروط اطاعت ہوتا ہے۔ نفع کی امید بھی اُسی سے ہو۔ اسی کے خفا ہونے سے نقصان کا اندیشہ بھی ہو۔ اگر ہم اللہ جل شانہ کے مقابلے میں کسی اور کا حکم مانتے ہیں اور اس وجہ سے مانتے ہیں کہ اگر اس کا حکم نہ مانا تو ہمارا نقصان ہوگا اور اگر مانا تو ہمیں یہ نفع دے گا تو اہل علم کے نزدیک ہم نے اس کو رب مان لیا۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بہت سے لوگوں کا رب ان کی دکان ہے' ان کی ملازمت ہے' وہ کیسے؟ حضرت وہ اس کو رب تو نہیں مانتے فرمایا جب رب کی اطاعت اس کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اذان ہوتی ہے سجدہ کرنے نہیں جاتے۔ جو طریقے اللہ نے منع کئے ہیں جن باتوں سے روکا ہے وہ استعمال کرتے ہیں اللہ نے خرید وفروخت کا جو طریقہ بتایا ہے وہ چھوڑ دیتے ہیں نفع کے لالچ میں اس کے خلاف کام کرتے ہیں تو نفع ونقصان کی امید پر اگر اس نے اپنی دکان یا اپنی تجارت یا اپنے ادارے کی اطاعت کی اور اللہ کی اطاعت چھوڑ دی تو قیامت کو وہی اس کا رب شمار ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے انما امرت ۔ یہ بہت پکی اور پختہ بات ہے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس پروردگار کی اطاعت عبادت کروں جس نے اس شہر کو حرمت دی۔ ولہ کل شی۔ اور ہر چیز جس کی ملکیت میں ہے جو ہر شے کا رب ہے۔ جو ہر ذرے کا رب ہے۔ جو ہر جہاں کا رب ہے۔ جو ہر ہر مخلوق کا رب ہے اور وہی اکیلا پروردگار ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے اور ہر شے جس کی محتاج ہے۔ وہی اکیلی ذات ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے۔ باقی سب اس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں۔ جسے مٹا دے وہ مٹ جاتا ہے۔ جسے بنا دے وہ بن جاتا ہے۔ ولہ کل شی۔ ہر چیز اس کی ہے۔

وعظ کہنا اور وعظ سننا ایک رسم بھی بن گئی ہے وعظ کی دنیا سے باہر آ کر ہم اگر اپنا محاسبہ کریں ہم اپنی زندگی کو دیکھیں اور اس یقین کو

حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں کہ میرا نفع' میرا نقصان اس وحدہ' لاشریک کے دست قدرت میں ہے۔ تو کوئی وجہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ہمیں اس کی فرمابرداری سے روک لے اس کی اطاعت سے روک لے اس کی نافرمانی پر آمادہ کر دے جب یقین متزلزل ہوتا ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھے فلاں جگہ سے زیادہ نفع ہو سکتا ہے۔ فلاں کام نہیں کروں گا فلاں ناراض ہوگا تو یہ نقصان ہو جائے گا اور اُس میں اللہ کے حکم کی پرواہ نہیں کرتا اللہ کے حکم کو چھوڑ کر کسی اور کا حکم مانتا ہے یہاں سے بات بگڑ جاتی ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ اللہ کا شریک بنانے کیلئے کوئی بت بنا کر سامنے رکھا جائے۔ یہ جو شرک بتوں سے کیا جاتا ہے یہ جو شرک اوہام سے کیا جاتا ہے۔ اس کو نکال دینا تو بڑی آسان سی بات ہے لا الہ الا اللہ کی ایک ضرب سے یہ سارے پاش پاش ہو جاتے ہیں لیکن جو بت ایمان و یقین کے اندر بن جاتے ہیں جو مے خانہ بت خانہ دلوں کے اندر بن جاتا ہے۔ جہاں ہماری آرزوئیں' تمنائیں' اللہ جل شانہ' کو چھوڑ کر کہیں اور وابستہ ہو جاتی ہیں۔

قارون کے پاس بے پناہ دولت جمع ہو گئی قرآن حکیم میں ہے کہ خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کیلئے کتنی سانڈھنیاں درکار ہوتی تھیں سب زر و مال سے بھرے ہوئے تھے موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ کا حکم پہنچایا کہ یہ مال اللہ کا ہے تو اس کا امین ہے اور اس کا حکم ہے کہ اس کے مال کو اس کی منشاء کے مطابق خرچ کیا جائے نیز اس میں سے ایک حصہ اُن مفلس اور غریبوں کا ہے جو نادار ہیں' معذور ہیں' اور وہ اس کی پاکیزگی کیلئے زکوۃ ادا کرے۔ زکوۃ کا معنی ہوتا ہے پاکیزگی طہارت اسے پاک کرنے کیلئے اس میں سے زکوۃ دو تو اس نے کہا یہ تو میری عقلمندی' میری دانش' اور میری محنت کا حاصل ہے میں اتنا ذہین' اتنا عقلمند تھا کہ میں نے اپنی عقل و خرد سے یہ دولت پیدا کی اس میں اللہ

مسلمان کوئی ایک قوم نہیں' مسلمان کوئی فرقہ نہیں' مسلمان کوئی محض ایک تشخص نہیں ہے۔ مسلمان کا معنی ہے اللہ کی بات تسلیم کرنے والا۔

کہاں سے آ گیا اور میں اپنی اتنی دولت لوگوں میں کیوں بانٹ دوں؟ غریب ہیں تو ہوا کریں وہ بھی میری طرح عقل سے کام لیتے غریب مفلس نہ رہتے۔ دولت کما لیتے میں تو نہیں دوں گا۔ اللہ کی گرفت میں آ گیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بار الہا! یہ تو نہ تیری عظمت کو مان رہا ہے نہ میری نصیحت کو مان رہا ہے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے اس کی بات سن کر دوسرے بھی گمراہ ہوں گے ہر کوئی دولت کی پوجا پہ لگ جائے گا۔ زمین نے اُسے نگلنا شروع کر دیا تو وہ چلایا کہ یہ ایک میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے کہ میری دولت چھیننے کیلئے آپ نے میرے ساتھ یہ کیا کہ زمین مجھے نگل لے اور آپ میری دولت پہ قابض ہو جائیں اللہ کریم نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے تمام خزانے بھی اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیئے کہ تم اپنی دولت ساتھ لے جاؤ اللہ کریم اپنی مخلوق کو پالنے پر قادر ہے۔

تو یہی قارونی تصورات و خیالات کسی نہ کسی درجے میں انسان کو بھٹکانے کا سبب بن جاتے ہیں۔ جب وہ اپنی امیدیں' اپنی ضرورتیں' اللہ سے توڑ کر کسی اور کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کی غلامی اور اس کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ یہ بھی بڑی آسان بات ہے کہ ہم دوسروں پہ فتوے لگاتے رہیں ہم حکومت کو بھلا' برا کہتے رہیں۔ سیاست دانوں کو بھلا برا کہتے رہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرے اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ اس لئے کہ میں نے بھی آپ نے بھی ہم سب نے اپنا اپنا حساب دینا ہے۔ ہم سے نہ حکمرانوں کا حساب مانگا جائے گا نہ سیاست دانوں کا حساب مانگا جائے گا نہ کسی دوسرے کا حساب مانگا جائے گا ہم سے ہمارا حساب مانگا جائے گا۔ ہم سے ہماری پرسش ہوگی اور ہمارے پاس اتنی فرصت بھی نہیں ہے کہ محض دوسروں پر فتوے لگاتے رہیں اور خود کو پارسا سمجھتے رہیں بڑی سادہ سی بات ہے لیکن یہ بڑی مشکل ہے کہ اللہ کو اللہ ماننا آسان ہے اور اللہ کو رب ماننا مشکل ہے اللہ کو رب ماننے کا

مفہوم یہ ہے کہ اپنی ساری امیدیں اُسی ایک ذات سے وابستہ کریں۔ اپنے سارے خوف اس ایک ذات سے وابستہ کر دیں کہ کہیں وہ روٹھ نہ جائے کہ میں کہیں کا نہیں رہوں گا اب اس کے بعد اس کی اطاعت پر کوئی چڑھتا ہے' کوئی روٹھتا ہے' تو وہ روٹھ کر دیکھ لے کیا بگاڑے گا؟ نہ صحت و بیماری کسی کے اختیار میں ہے۔ نہ امارت و غربت کسی کے اختیار میں ہے۔ نہ زندگی اور موت کسی کے اختیار میں ہے۔ اسی وحدہٗ لاشریک کے دست قدرت میں ہے پھر کوئی کیا بگاڑے گا؟ اگر مصیبت آتی ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ میں اگر کسی پر مصیبت و پریشانی بھیجتا ہوں کوئی ہے جو اُسے روک لے اور بچا سکے اور اگر میں کسی پر آرام دولت اور عزت' نعمت بھیجتا ہوں تو کوئی ہے جو اُسے روک سکے تو فرمایا وله كل شیءٍ

ہر چیز اُس کی ہے ایک ایک قطرہ پانی جو ہم پیتے ہیں وہ اس کا ہے ایک ایک دانہ جو ہم کھاتے ہیں اس کا ہے۔ ایک ایک سانس جو آکسیجن لیتے ہیں اس کی ہے ہم اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے' سوتے جاگتے' اُس کی دی ہوئی طاقت سے ہیں۔ گھر اُسی کے ہیں' ہمیں جتنی نعمتیں دی ہیں وہ اولاد ہے' مال ہے' جائیداد ہے' سب اُسی کا ہے۔ اس کی مرضی آج ہمیں دے دیں کل وہی دولت کسی دوسرے کے پاس ہوگی گزشتہ کل کس کے پاس تھی آج ہمارے پاس ہے کل کسی اور کے پاس ہوگی تو فرمایا لوگو! بڑے واضح طریقے سے سن لو محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں۔ وَامرتُ اَن اکون من المسلمین.

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں

مسلمان کوئی ایک قوم نہیں ہے مسلمان کوئی فرقہ نہیں ہے مسلمان کوئی محض ایک تشخص نہیں ہے۔ مسلمان کا معنی ہے اللہ کی بات تسلیم کرنے والا، اللہ کے احکام کو مان کر چلنے والا زندگی کو اس کی اطاعت میں بسر کرنے والا۔

> **کوئی پانی' کوئی پیسہ جو خلاف شریعت خرچ ہوگا جہاں اللہ نے روک دیا وہ اسراف ہوگا۔**

اگر کوئی زہر کا نام شہد رکھدے تو کیا اس کی تاثیر نام رکھنے سے بدل جاتی ہے۔ زہر تو زہریلی رہے گا۔ اگر خدانخواستہ بدقسمتی سے ہم ساری زندگی اللہ کی نافرمانی کرتے رہیں نام مسلمان رکھے تو کیا تبدیلی ہوگی؟ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مسلمان کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی اپنی نہ کوئی رائے ہو، نہ کوئی پسند ہو، اس کا اپنا نہ مال ہو نہ اس کی جان ہو۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و امو لھُم بان لھم الجنته o اللہ نے مفت میں جان دی، مفت میں مال عطا کیا، مفت میں نعمتیں عطا کیں اور واپسی پر اپنی رضا مندی کا محل اور مقام جنت دیکر لوگوں سے سودا کیا کہ میری یہ نعمتیں میری یہ جنت تمہاری ہوگی اور جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے وہ وقتی طور پر میں نے تمہیں دیا اب تمہارے پاس جتنے دن ہیں اُسے میرا امانتے رہو اس میں اپنی مرضی نہ چلاؤ دولت کماؤ اس طریقے سے جس طریقے سے میں نے کمانے کی اجازت دی لوٹ مار اور ڈاکے سے نہیں جوا نہ کھیلو' سود نہیں کھاؤ' حلال ذرائع سے کماؤ۔ کس نے روکا ہے کھاؤ۔

کلو و اشربوا.

کھاؤ پیو کوئی منع نہیں۔

ولا تسرفوا o اُسے ضائع نہ کرو تمہاری نہیں ہے میرا مال ہے جہاں سے میں نے روک دیا ہے وہاں خرچ کرنا اسراف ہوگا۔ اسراف کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ دولت لٹائی جائے۔ اسراف کا یہ مطلب ہے کہ کوئی پائی' کوئی پیسہ' جو خلاف شریعت خرچ ہوگا جہاں اللہ نے روک دیا ہے خرچ نہ کیا جائے وہاں خرچ ہوگا اسراف ہوگا۔ جہاں اللہ نے حکم دیا ہے خرچ کیا جائے وہاں خرچ ہوگا تو وہ صدقہ ہوگا۔ اللہ کے نام پر ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا مومن بندہ بیوی بچوں کو جو کھانا کھلاتا ہے' روٹی کپڑا دیتا ہے' وہ بھی اس کا صدقہ اور عبادت شمار ہوتی ہے عرض کیا یا رسول اللہ بیوی بچوں کا نان نفقہ تو اس کے ذمے فرض

ہے اس کی ذمہ داری ہے تو یہ عبادت کیسے؟ فرمایا! ذمہ داری پوری کرنا ہی تو عبادت ہوتی ہے۔ نماز فرض ہے تو اُسے پورا کرنا ہی تو عبادت ہے۔ حج فرض ہے تو اُسے کرنا ہی تو عبادت ہے' اور اگر بیوی بچوں کا نان نفقہ فرض ہے تو حلال کما کے اُن کی ضروریات پوری کرتا ہے تو یہی تو عبادت ہے کہ اللہ نے جو فرض کیا ہے وہ ادا کر رہا ہے۔

یعنی راہ تسلیم ورضا میں سونا بھی عبادت' جاگنا بھی عبادت' اٹھنا بھی عبادت' بیٹھنا بھی عبادت' کام کاج کرنا' مزدوری کرنا' بھی عبادت ہے اور راہ تسلیم ورضا میں سجدے بھی عبادت' اور اگر اپنی پسند سے فیصلے کرنے لگے ابھی جمعے کے دو فرض ہیں اللہ نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا اب ہم اپنا ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ نہیں جی ہم جمعے کے دو نہیں چار فرض پڑھیں گے تو چار میں بھی وہی سورت فاتحہ ہوگی۔ قرآن کی کوئی سورت ہوگی' وہی رکوع سجود ہوگا لیکن ہوگا کیا؟ وہ دو بھی ادا نہیں ہوں گے اور چار کا فیصلہ کرنے کا جرم الگ ہوگا۔ تم کون ہوتے ہو؟ یہ ضروری نہیں کہ چوری کرنا ہی گناہ ہے' اطاعت سے نکلنا ہی گناہ ہے' خواہ عبادات میں اطاعت سے نکل جاؤ۔ ایمانیات میں اطاعت سے نکل جاؤ وہ تو کفر ہوگا عبادت میں نکل جاؤ تو وہ جرم ہو گیا اور اطاعت کرو زندگی کے کسی کام میں وہی عبادت ہو گیا۔

جس طرح صحابہ اکرام رضوان اللہ اجمعین نے خیموں سے' صحراؤں سے' ویرانوں سے اٹھ کر روئے زمین کو انسانیت سے آشنا کر دیا۔ سلطنتیں بنائیں اور ایسی بنائیں کہ تاریخ میں جن کی نظیر نہیں ملتی' جہاد کیے اور جان توڑ کر کیے انصاف دیا اور ایسا دیا جو تاریخ میں مثال ہے۔ سیاست بھی کی' جہاد بھی کیے' تجارت بھی کی' شادیاں بھی کیں' گھر بھی بسائے زراعت بھی کون سا دنیا کا کام ہے جو اللہ کے ان بندوں نے نہیں کیا لیکن قرآن کہتا ہے۔

راہ تسلیم
ورضا میں
سونا بھی عبادت' جاگنا
بھی عبادت' اٹھنا بھی عبادت'
بیٹھنا بھی عبادت' کام کاج'
مزدوری کرنا بھی عبادت
ہے۔

وتراھم رکعا سجدا ٥ اے مخاطب تو انہیں جب بھی دیکھتا ہے وہ رکوع وسجود میں ہیں یعنی زندگی کے ان کے سارے کاموں کو قرآن نے رکوع وسجود سے تشبیہ دی ہے کہ ہر کام انہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق کیا اور یہی عبادت ہے پانچ وقت کی نماز ادا کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا دو نمازوں کے درمیان جو کچھ ہم کرتے ہیں اُسے اللہ کے حکم کے مطابق کرنا مشکل ہے پھر فرمایا۔

مجھے حکم ہے محمد رسول اللہ ﷺ کو ان اتلوا القرآن. کہ میں قرآن پڑھا کروں کہ میں اللہ کا قرآن اللہ کے بندوں تک پہنچاتا رہوں۔ اللہ کی بات اللہ کے بندوں کو سناتا رہوں' یہ میری ذمہ داری ہے۔

فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ٥

جو ہدایت اختیار کرتا ہے اس کا نہ اللہ پر احسان ہے' نہ اللہ کے رسول پر' وہ اپنے لئے' اپنی جان کے لئے' اپنے فائدے کے لئے' اپنے بھلے کیلئے' اطاعت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ومن ضل٥ اور جو گمراہ ہو جاتا ہے' جو چھوڑ دیتا ہے۔ فقل انما انا من المنذرین ٥ تو آپ کہہ دیجئے اے حبیب کبریا ﷺ کہ میرا کام گمراہی کے بُرے انجام کی بروقت خبر دینا ہے۔

میری ذمہ داری یہ ہے کہ چھوڑنے والے کو' گمراہ ہونے والے کو' ہدایت سے بھٹکنے والے کو' اُس کے برے نتیجے سے باخبر کر دوں کہ اگر اللہ کی اطاعت چھوڑو گے تو دائمی زندگی تباہ ہو جائے گی اور دنیوی زندگی بھی اسی کا پرتاؤ ہے۔ دنیا میں بھی کوئی سانس سکون کا نصیب نہیں ہوگا۔ اور کہہ دیجئے۔ وقل الحمدللہ۔ میرے حبیب کہہ دیجئے تمام خوبیاں' تمام بھلائیاں' سب اللہ کیلئے ہیں اور جو لوگ یہ نہیں مانتے کہ اللہ ہے تو پھر ہمارا کیا بگاڑے گا؟ فرمایا دنیا کا کوئی بشر ایسا نہیں ہے جسے ایک دن لاچار نہ ہونا پڑے۔ بادشاہوں سے تخت چھن جاتے ہیں اور طاقتوروں سے طاقت چلی جاتی ہے۔ امراء سے دولت چلی جاتی ہے اور جس بھی گھمنڈ

پہ وہ اکڑ رہا ہوتا ہے دنیا میں اس سے وہ چیزیں چھن جاتی ہیں اور وہ دیکھ لیتا ہے سامنے آنکھوں سے کہ یہ سب کچھ میرا نہیں تھا۔

سیریکم ایتہo

لوگو! تم سب کو اپنی نشانیاں دکھائے گا

فتعرفو نها اور تمہیں سمجھ بھی آئے گی

لیکن تب تک دیر ہو چکی ہوگی اور ایک بات یاد رکھو۔ وما ربک بغافل عما تعملون o

تیرا پروردگار جو تجھے ایک ایک سانس گن گن کر دے رہا ہے۔ وہ تیرے دل کو ایک ایک دھڑکن گن گن کر دے رہا ہے۔ ایک ایک قطرہ خون اور جسم کے ایک ایک ذرے کی پرورش کر رہا ہے۔ وہ تیرے کردار سے غافل نہیں ہے وہ تیرے کردار سے بیگانہ نہیں ہے۔ تیری سوچ، تیری حرکت، تیرے عمل کو ہر لحظہ، ہر آن، مشاہدہ فرما رہا ہے یہ بات یقین سے جان لے اب جو چاہتا ہے وہ راستہ اختیار کر۔

تو میرے بھائی بندے کا سب سے بڑا وعظ اس کے اپنے لئے ہونا چاہئے۔ اپنا محاسبہ کرتے رہو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے یہ عظیم بات سیدنا فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمائی اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے ہم سب کو ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

ایک میگزین

جو زندگیاں بدل دے

ماہنامہ "المرشد"

کا مطالعہ کیجئے۔

ممبر شپ سالانہ 250/- روپے

قیمت فی شمارہ 25 /- روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینجر

ماہنامہ المرشد 17-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور 042-5182727

تکبر

اللہ نے اُن کے سموں کی قسمیں کھائیں اِس کا مطلب ہے جتنے بڑے بھی ہو جائیں ہماری قسم تو اللہ نے نہیں کھائی۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہم تو اُن کی سواری کے گھوڑوں کے سُموں کے برابر بھی نہیں ہیں۔ میری آپ کی قسم کھائی ہے کہیں اللہ نے؟ تو پھر اکڑ کس بات کی۔ محنت بھی کریں خلوص پیدا کریں ایک بات سے پرہیز رکھیں اپنی بڑائی زہر قاتل ہوتی ہے ابلیس سے لیکر آج تک اِس راہ پر جو مارے گئے یہی زہر سب نے پیا

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 9-7-2003

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

قال رسول للہ ﷺ اطلب العلم ولو کان بالصین. اوکماقال رسول اللہ ﷺo

اگر ہم دین اسلام کو، سارے کے سارے اسلام کو، ایمانیات، عقائد نظریات عبادات، کردار، عمل، اخلاقیات کو سمیٹ کر اسلام ہی کا کوئی متبادل لفظ چاہیں کہ سارا اسلام ایک لفظ میں آجائے، جیسے ہم کہتے ہیں اسلام تو اُس سے تمام چیزیں اُس ایک لفظ میں آجاتی ہیں عقائد سے لیکر اعمال وکردار تک اور دنیا سے لیکر آخرت تک تو وہ ایک لفظ ہے علم۔ ہمارا یہ تصور خاص طور پر اِس زمانے میں اور زیادہ اسے اُچھالا جا رہا ہے کہ اسلام فلاں عقیدے کے خلاف ہے فلاں مذہب کے خلاف ہے اسلام کفر کے خلاف ہے اسلام فلاں کے خلاف ہے یہ غلط تصور ہے۔ اسلام علم ہے اور علم مقابل ہے جہالت کے۔ اسلام کا مقابلہ جہالت سے ہے کسی خاص عقیدے کسی خاص فرد سے نہیں کفر شرک سے لیکر ظلم و جبر تک فخر وتکبر تک جتنی بُرائیاں ہیں یہ جہالت کے ثمرات ہیں، جہالت کے نتائج ہیں، جہالت کے پھل ہیں اصل بنیاد جہالت ہے۔ جہالت پر پھل لگتا ہے اپنی بڑائی کا، دوسروں کے حقوق چھیننے کا، ظالم بننے کا، جبر وتشدد کا، ظُلم کا حتیٰ کہ اللہ کے انکار کا، اللہ کے ساتھ شرک کا۔ یہ سارے جو ہیں نتائج یہ صرف ایک جہالت پہ مرتب ہوتے ہیں۔

> اسلام علم ہے اور علم مقابل ہے جہالت کے۔ اسلام کا مقابلہ جہالت سے ہے کسی خاص عقیدے کسی خاص فرد سے نہیں

اسلام بنیادی طور پر جہالت کے خلاف ہے اِس لئے ساری دنیا کے انسانوں کو اذن عام ہے کہ جب اور جو چاہے وہ ایمان قبول کر لے۔ اگر کسی قوم کے خلاف ہوتا تو یہ شرط لگا دیتا کہ یہودی مسلمان نہیں ہو سکتے یا جو عیسائی ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکے گا۔ یا جو ہندو ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکے گا یا فلاں قوم کا آدمی جو دہریا ہے اللہ کا منکر ہے اُسے اسلام قبول کرنے کی اجازت نہیں۔ ایسا ہے کہیں؟ اگر سب کے لئے اسلام کا دامن محبت کشادہ ہے سب کے لئے اُس کا دروازہ کھلا ہے تو اِس کا مطلب ہے کہ اسلام کسی فرد، کسی عقیدے، کسی نظریے کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام علم ہے، اسلام نور ہے، علم نور ہوتا ہے اب نور، جہاں ہوگا، وہاں تاریکی نہیں ہوگی اِس میں مخالفت کی کیا بات ہے۔ علم جہاں آئے گا وہاں سے جہالت رخصت ہوگی۔ دو میں سے ایک رہے گا۔ یہ مخالفت تو ازلی وابدی ہے۔

چونکہ علم نور ہے، اسلام نور ہے، روشنی ہے، ایسی روشنی جو ایک عام آدمی کی آنکھوں کو اتنی بینائی عطا کرتی ہے کہ وہ ازل سے ابد تک کے حقائق سے آشنا ہو جاتا ہے۔ ایک چرواہا جس نے کلمہ پڑھا وہ جانتا ہے کہ میرا اللہ ہے اُس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ عالم اَمر کی باتیں کرتا ہے روح اور وجود کی بات کرتا ہے پھر موت اور برزخ کی بات کرتا ہے، قیامت کی بات کرتا ہے، جنت اور دوزخ کی بات کرتا ہے اِک چرواہا جسے نام لکھنا نہیں آتا

اُسے اتنا بلند مقام کس نے دے دیا۔؟ اسلام نے۔ورنہ وہ تو کہیں اپنا نام نہیں لکھ سکتا لیکن اگر مسلمان ہے تو وہ جانتا ہے کہ اللہ ہے، وہ واحد ہے لاشریک ہے کوئی اُس جیسا نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ میرا نبی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرے پاس اللہ کی کتاب ہے۔ وہ جانتا ہے ایک عالم اُمر ہے جہاں ارواح رہیں گی پھر میں دنیا میں آیا مجھے برزخ میں جانا ہے میدان حشر ہوگا اعمال تولے جائیں گے تو پھر جنت ہوگی یا دوزخ یہ ساری چیزیں کیسے جان گیا وہ۔ جو نہیں جانتا وہ کتنے دنیاوی علوم پڑھا ہوا ہو وہ جاہل ہے اور جو جانتا ہے اُسے نام بھی لکھنا نہ آتا ہو اُس کے پاس علم ہے یعنی اسلام سارے کا سارا علم ہے۔

یہ کہنا کہ یہ مسلمان امریکہ کے خلاف ہیں یا یہ کہنا کہ کوئٹہ میں پچاس قتل ہو گئے جی یہ اسلامی انتہا پسندوں نے کیا، اسلام میں تو انتہا پسندی ہے ہی نہیں۔ اسلام کسی انتہا پسندی کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو اِذن عام دیتا ہے کہ چاہو تو اللہ کو مانو چاہو تو نہ مانو، چاہو تو اللہ کے رسول ﷺ کو مانو چاہو تو نہ مانو، چاہو تو اللہ کی کتاب کو مانو، چاہو تو نہ مانو، جھگڑا کہاں کھڑا ہوتا ہے جہاں وہ روک دیتا ہے کہ ماننا نہ ماننا تمہارے بس میں ہے لیکن دوسروں کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈالو گے اپنی حد میں رہو۔انسانی حدود بھی ہیں کچھ انسانی حقوق بھی ہیں جنہیں صرف اسلام نہیں جنہیں ساری دنیا مانتی ہے کافر بھی اس بات کو ماننے پہ مجبور ہے کہ دوسرے کی جان مال اور آبرو کا تحفظ ہونا چاہیے۔ کفر بھی کوئی کافرانہ عقیدہ بھی کسی کو یہ نہیں اجازت دیتا کہ اُس کا مال لوٹ لو اُس کی عزت لوٹ لو تو اسلام اگر روکتا ہے تلوار نیام سے نکالتا ہے تو اُس وقت جب کوئی ظالم ظلم سے باز نہیں آتا اِس لئے تلوار نہیں نکالتا کہ تم کلمہ پڑھو ورنہ سر کاٹ دوں گا۔

تو اسلام بنیادی طور پر نور ہے علم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ العلم العلمان علم کے دو حصے ہیں۔ایک علم الادیان جسے آپ نارمیٹو سائنسز یعنی وہ چیزیں جو نظر نہیں آتیں، جن کا

اسلام کسی انتہا پسندی
کسی اجازت نہیں دیتا
اسلام تو اذن عام دیتا ہے
کہ چاہو تو اللہ کو مانو
چاہو تو نہ مانو، چاہو تو
اللہ کے رسول ﷺ کو مانو
چاہو تو نہ مانو، چاہو تو
اللہ کی کتاب کو مانو
چاہو تو نہ مانو۔

بظاہر کوئی وجود نہیں لیکن وہ بڑی مضبوط ہیں جیسے ایمانیات اخلاقیات یہ حدود یہ دیواریں کتنی بلند ہیں اور اُنہیں توڑنا کتنا مشکل ہوتا ہے لیکن نظر نہیں آتیں۔ دوسری فزیکل سائنسز یعنی جو نظر آتی ہیں مثلاً لین دین، میل جول، بیماری صحت، خرید و فروخت وغیرہ فزیکل سائنسز کے جو علوم ہیں اُس میں سارا کچھ آ گیا۔ اب سارے علم کے پھر دو حصے ہو جاتے ہیں۔

ایک حصہ ہوتا ہے کہ اُسے کتابوں سے پڑھ کر جانا جاتا ہے۔ ایک شخص عمر لگا دیتا ہے تفسیر پڑھتے پڑھتے مفسر بن جاتا ہے۔ ایک شخص عمر لگا دیتا ہے فقیہہ بن جاتا ہے، ایک شخص عمر لگا دیتا ہے۔ سپیشلائزیشن کر کے بڑا ڈاکٹر بن جاتا ہے، ایک محنت کرتا ہے سائنس دان بن جاتا ہے، ایک محنت کرتا ہے مورخ بن جاتا ہے، ایک محنت کرتا ہے ایک قابل جرنیل بن جاتا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو شہر علم کا ایک ایک گوشہ ہے سب کے پاس۔ مکمل تب ہی ہوگا جب اُن ظاہری علوم کے ساتھ علوم دین بھی اُس کے پاس ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد کے انا مدینتہ العلم. میں تو علم کا شہر ہوں اس میں تو سب آ گیا اب آپ حیات طیبہ ﷺ پہ نظر فرمائیں تو بچپن سے لیکر بعثت تک اور بعثت سے لیکر وصال تک زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جہاں نقش کف پائے رسول ﷺ ثبت نہ ہوں۔ مزدوری ، رشتہ داریاں، کاروبار، سیاست حکومت جہاد، عدل فیصلے، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں نقش کف پائے رسول ﷺ ثبت نہ ہوں اور جہاں آپ ﷺ کا عمل مبارک موجود نہ ہو اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

انا مدینتہ العلم میں تو علم کا شہر ہوں زندگی کے سارے علوم کا مجموعہ لیکن اگر کوئی فقیہہ بن گیا اگر کوئی مفسر بن گیا، اگر کوئی محدث بن گیا تو انسان ساری زندگی لگا کر کوئی ایک نعمت ہی حاصل کر سکتا ہے پھر دوسرا ایسا بندہ کوئی نہیں جو شہر علم بن سکے۔ یہ خصوصیت رسول ﷺ کی ہے اب آپ پوری زندگی میں دیکھ لیجئے۔ جتنے معروف لوگ ہیں اگر کوئی مشہور سائنس

دان ہے تو سائنس دان ہی مشہور ہے اُسے کہو مرغی ذبح کرے تو اُس سے نہیں ہوتی یعنی دوسرے کسی کام کا نہیں اگر کوئی مشہور جرنیل ہے تو جرنیل ہی مشہور ہے اُسے کہو کہ دو بیگھے ہل چلا دو تو اس سے تو شاید دو قدم ہی نہ چلا جائے گا۔ یہ خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں ہے جس کا کوئی ثانی، کوئی دوسرا اللہ نے پیدا ہی نہیں فرمایا۔

باقی سب نے خوشہ چینی کرنی ہے، خرمنِ رسول ﷺ سے پھول چننے ہیں، گلستانِ نبوت ﷺ سے کسی نے ایک پتی لی کسی نے ایک پھول لیا کسی کو چند مل گئے اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔

لیکن اس میں پھر دو شعبے ہو جاتے ہیں ایک شعبہ جو ہے علوم دین کو بھی اور علم الابدان کو بھی کتابوں سے، اساتذہ سے حاصل کیا جائے اُس کے الفاظ وحروف اَزبَر کیے جائیں اُس کے کلیے اُس کے قاعدے یاد کئے جائیں یہ ایک حصہ ہے دوسرا حصہ یہ ہے کہ جو ہم جانتے ہیں اُس کا ہماری ذات پر ہمارے کردار پر کیا اثر ہے جو کچھ ہم نے سیکھا اگر اُس کا اثر ہمارے کردار پر نہیں ہے تو پھر وہ علم نہیں ہمارے پاس خبر ہے۔ یعنی علم کو علم بننے کے لئے جاننے کے بعد ماننا اور اُس پر عمل کرنا شرط ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ واحد ہے لاشریک ہے لیکن اگر بتوں کو سجدے بھی کرتے ہیں یہ جاننے کے بعد تو بندے پہ کفر کا فتویٰ نہیں لگ جاتا وہ تو جانتا ہے اللہ ایک ہے پھر آپ اُسے کافر کیوں کہتے ہیں کافر اس لئے کہ شرک کر رہا ہے اللہ کے ساتھ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ ایک ہے پھر بتوں کو سجدہ کر رہا ہے۔ اس طرح جب یہ جانتے ہوئے کہ یہ جرم ہے ہم کرتے ہیں اور باز نہیں آتے تو اِس کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس علم نہیں خبر ہے۔

یہ جتنے اخبار ہیں ان کو کوئی عالم کہتا ہے دین سے لیکر دنیا تک اور حالات حاضرہ سے لیکر

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں نقش کفِ پائے رسول ﷺ ثبت نہ ہوں اور جہاں آپ ﷺ کا عمل مبارک موجود نہ ہو۔

ماضی تک روئے زمین کی خبریں ایک اخبار میں جمع ہو جاتی ہیں ہمارے یہاں تو پھر اخبار چھوٹے ہوتے ہیں باہر کی دنیا میں آپ دیکھیں تو اتنے اتنے بڑے اخبار روزانہ ایک ایک اخبار اتنا ہوتا ہے۔ بزنس کا تو پورا میگزین ہے کھیلوں کا ہے تو پورا میگزین ہے اس طرح سے وہ ہوتے ہیں۔ پھر اپنا جس شعبے سے کوئی تعلق ہو وہ نکال نکال کے پڑھتے ہیں کوئی سارا اخبار نہیں پڑھتا۔ تو یہ سارے اخبار کیا عالم ہیں۔ عالم نہیں ہیں اجنبی ہیں خبر ہے اس لئے انہیں اخبار کہتے ہیں ورنہ انہیں بھی علامہ کہتے۔ اس لئے کہ اُس میں خبر موجود ہے لیکن اُس پر توفیق عمل اُس کے پاس نہیں ہے اُسے اخبار کہتے ہیں اگر ایک بندے کے پاس بہت سا علم جمع ہو جائے لیکن توفیق عمل نہ ہو تو وہ بھی خبر ہے نا اُس کے پاس علم نہیں ہے، اخبار ہے وہ۔ علم کی خصوصیت یہ ہے علم تب علم ہے کہ جب اُس پر توفیق عمل بھی نصیب ہو جو ہم جانتے ہیں اُس پر عمل کریں جو ہم نے سیکھا ہے وہ ہماری سوچ کو ہمارے کردار کو تبدیل کرے اُس میں مثبت تبدیلی آئے پھر تو علم ہے اگر مثبت تبدیلی نہ آئے تو ہمارے پاس خبر ہے علم نہیں ہے۔

یہ مثبت تبدیلی کیسے آئے بڑی عجیب بات ہے کہ جتنا ہم کتابوں سے پڑھتے ہیں اُس کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس سے انانیت پیدا ہوتی ہے اپنی بڑائی پیدا ہوتی ہے کہ میں نے اتنا سیکھا میں نے اتنا پڑھا میں اتنا بڑا عالم ہوں۔ میں اتنا بڑا سائنس دان ہوں۔ میں اتنا بڑا شاعر ہوں میں اتنا بڑا مورخ ہوں اب کسی کے روزانہ انٹرویو چھپتے ہیں تو ہمارے ہاں سب سے بڑا پڑھا لکھا طبقہ تو وہ ہے جو کالم نگار حضرات ہیں اور شعراء اور ادیب اور دانش ور جنہیں ہم کہتے ہیں یہی ہیں ان میں سے کسی ایک کا انٹرویو پڑھ لیں وہ کہے گا جی اس دنیا میں تو ایک میں ہی جاننے والا ہوں جو پہلے تھے وہ بھی جاہل تھے جو اب ہیں یہ بھی جاہل ہیں جو بعد میں آئیں گے۔ وہ بھی جاہل ہوں گے۔ یعنی چند شعر کہنے سے یا چند مضامین لکھنے سے یا چند اخباروں میں کالم لکھنے سے اس میں اتنا تکبر

اتنی انانیت آگئی کہ وہ سمجھتا ہے کہ پوری دنیا میں میں ہی میں ہوں۔ اور یہ علوم ظاہری کا خاصہ ہے کہ جتنی جتنی بات کوئی سیکھتا جاتا ہے وہ سمجھتا جاتا ہے کہ میں بہت بڑا ہو گیا ہوں۔

اس کو علم بنانے کے لئے ضرورت یہ ہے کہ معرفت الٰہی دل میں اُتر جائے اب ہمارے سامنے یہ لائٹ روشن ہے، ہم سمجھتے ہیں یہ بڑی لائٹ ہے لیکن اسی کی جگہ اگر سورج آجائے تو اس کی اہمیت تو ختم ہو جائے گی اس طرح جب ہم اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں جب ہمارے سامنے ذاتِ صفات الٰہی کا جلوہ آتا ہے تو تب ہمیں سمجھ آتی ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ جب ہم یہاں پہنچتے ہیں تو پھر جو کچھ ہم جانتے ہیں یہ علم بن جاتا ہے۔ عظمت الٰہی جب ہویدا ہوتی ہے اللہ کی جلالت و عظمت جب قلب پر وارد ہو جائے جب ذرہ بھی وارد ہو جائے۔ آپ کہیں اندھیرے غار میں بیٹھے ہوں کوئی سوئی کے ناکے جتنا سوراخ ہو سورج کی ایک کرن بھی آجائے تو وہ لاثانی ہوتی ہے سمجھ آجاتی ہے کہ سورج سورج ہے اور باقی کوئی نہیں۔ اسی طرح جمال باری کی کوئی ایک کرن بھی کسی کو نصیب ہو جائے جو کچھ وہ جانتا ہوتا ہے علم بن جاتا ہے پھر وہ جانتا ہے کہ میں بڑا نہیں ہوں عظمت اُسی کے لئے ہے میں کچھ نہیں ہوں مجھ سے تو اگر اپنی اطاعت کروا لے تو یہ میرے لئے سب سے بڑا مقام عظمت ہے جس خالق کے سامنے زمین و آسمان سربسجود ہیں جس کے حکم کا سورج چاند پابند ہے، جس کے حکم سے ہوائیں چل رہی ہیں جس کے حکم سے بحر و بر قائم ہے ساری کائنات جس کی عظمت کے سامنے ایک ذرے کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں میری حیثیت کیا ہے اِس زمین کو دیکھیں تو کائنات کا کتنا حصہ بنتی ہے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں بنتی ایک ایک سیارہ اس سے کروڑوں گنا بڑا ہے ایک ایک ستارہ اس سے بڑا ہے اور کتنے سیارے اور ستارے ہیں اُس کو کوئی گن نہیں سکتا۔ آسمان خود ایک مخلوق ہے پھر اُس سے باہر کی دنیا ہے کہاں تک عالم خلق ہے پھر اُس میں عرش عظیم تک کتنی چیزیں ہیں جنت دوزخ پھر اُس کے بعد عالم اَمر اگر اِس سب کو دیکھا جائے تو اس زمین کی حیثیت اتنی بھی نہیں بنتی جتنا کسی بہت بڑے شہر میں ایک خشخاش کا دانہ رکھ دیا جائے ایک رائی کا دانہ جو کسی بہت بڑے شہر میں رکھ دیا جائے کروڑوں کی آبادی میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتی تو زمین پر کتنی مخلوق ہے آپ گن نہیں سکتے۔ اُن میں ایک قسم ہے مخلوق کی انسان اور کتنے انسان ہیں اور اُن میں سے ایک ہیں میں اور آپ۔ اب ہماری حیثیت بنے گی کیا ایک آدمی اعشاریہ لگائے اور اُس کے ساتھ صفر لکھنا شروع کر دے۔ اُس کی سو برس زندگی ہے سو برس صفر لکھتا رہے اُسے اپنے لئے لکھنا نصیب نہیں ہوتا اگر اس کائنات کی گنتی کی جائے تو پوائنٹ زیرو زیرو، زیرو، ون میں کہاں ہوں گا ساری زندگی زیرو ہی لکھے گا خود کو ون لکھنے کی باری نہیں آئے گی۔

جو شخص صفائے قلب پہ لگے اور اللہ اُسے کسی شیخ کی معیت بھی نصیب کر دے اُسے برکات بھی نصیب ہو جائیں اور اُسی کے بعد وہ راندہ درگاہ ہو جائے تو اُس سے بڑا بدنصیب روئے زمین پر کون ہوگا؟

لیکن یہ تب سمجھ آتی ہے جب جلالتِ باری دل پہ جلوہ نما ہو۔ علم تب علم بنتا ہے جب صفائے قلب حاصل ہو۔

اور علم کو علم بنانے والے یہی اللہ کے بندے ہیں جنہوں نے برکات نبوی ﷺ کو حاصل کیا اور آگے مخلوق تک پہنچایا۔ اب ایک اور آخری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سب سے بڑا بدنصیب وہ ہوتا ہے جو صحیح غذا کھائے اور وہ اُس کی موت کا سبب بن جائے ہم صبح شام کھانا کھاتے ہیں اگر کھانا ہی کسی کے لئے موت کا سبب بن جائے تو پھر اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہوگی ہم سارا دن پانی پیتے ہیں اگر وہ پانی ہی کسی کے لئے جان لیوا بنے۔ اب یہ سانس لینا ہی کسی کے لئے موت کا سبب بن جائے تو دنیا میں سب سے بڑا بدقسمت شخص وہ ہوگا جب سانس زندگی کا سبب ہے اُس کے لئے موت کا سبب بن گیا کھانا زندگی کا سبب ہے اُس کے لئے موت کا سبب بن گیا جو شخص صفائے قلب پہ لگے اور اللہ اُسے

کسی شیخ کی معیت بھی نصیب کر دے اُسے برکات بھی نصیب ہو جائیں اور اُس کے بعد وہ راندہ درگاہ ہو جائے تو اُس سے بڑا بدنصیب روئے زمین پر کون ہوگا؟ لیکن وہ کیوں راندہ درگاہ ہوتا ہے اِس کا سبب کیا ہے؟ کھانے سے کوئی کیوں مرتا ہے۔ جب بے تحاشا کھاتا ہے تو اُس کو کھا جاتا ہے لمٹس ہوتی ہیں پینے سے کیوں مرتا ہے اتنا پانی پی جاتا ہے جس سے وہ خود مر جاتا ہے۔

شیطان جنّوں میں سے تھا اور نیک تھا اللہ کی عبادت کرتا تھا باقی جنّ فساد کرتے تھے یہ عبادت کرتا تھا باقی جنّ نافرمانیاں کرتے تھے یہ سجدے کرتا تھا اور انسانوں سے پہلے زمین پر جنّ آباد تھے جب بھی یہ بگڑتے اللہ کریم فرشتوں کو بھیجتے آسمانوں سے اور وہ انہیں کسی کو جسے حکم ہوتا اُسے قتل کرتے جس کو حکم ہوتا اُسے سزا دیتے پھر کوٹ کاٹ کر انہیں سیدھا کر جاتے کچھ عرصہ چلتا رہتا پھر بگڑ جاتے اِس طرح یہ نظام چل رہا تھا جس میں شیطان بھی جنوں کے گھر پیدا ہوا اور اُس سارے فسادی قبیلے میں بھی عابد وزاہد ثابت ہوا۔ جوں جوں عبادت کرتا گیا اللہ کریم اُسے ترقی دیتے گئے پھر زمینوں سے اٹھ کر آسمانوں پر رہنا اُسے نصیب ہوا تو فرشتوں کا سردار مقرر ہوا۔

ذرہ تفاخر بفوج ملک
گہہ بر زمین بود گہہ بر فلک

پھر وہ اِس درجے پہ پہنچا کہ جو فرشتے جنّوں کی اصلاح کے لئے آتے اللہ اُن کا سردار اسے بنا کر ساتھ بھیجتے اور فرشتوں کا بھی حاکم بن بیٹھا پھر ایک وقت آیا کہ وہ مردود ٹھہرا۔ ایسا عابد وزاہد جسے زمین سے اٹھا کر آسمانوں پہ گھر دیا جنّوں سے نکال کر فرشتوں کا افسر مقرر کیا اُس پہ ایک وقت آیا وہ راندہ درگاہ ہو گیا اور جو بات قران نے کہی جو بات اللہ نے فرمائی سب سے مزے دار بات ہے فرمایا۔

کان من الکفرین - یہ تھا ہی کافر میں

کان من الکفرین۔ یہ تھا ہی کافروں میں سے یہ میری عبادت نہیں کر رہا تھا یہ اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لئے سجدے پہ سجدے کئے جا رہا تھا۔

اسے جانتا تھا یہ کافر ہے یہ آج کافر نہیں ہوا۔ ہمارے حضرات اِس کا ترجمہ لکھ دیتے ہیں ہو گیا کافروں میں سے یہ باقی جہاں "کان" آتا ہے وہاں آپ ترجمہ ماضی کرتے ہیں یہاں استمراری کیوں کرتے ہیں۔ کان یکونوا جہاں بھی آتا ہے تو اُس کا ترجمہ ماضی میں کرتے ہیں جہاں ماضی کی ایک قسم ہے استمراری یہاں ماضی استمراری کر دیتے ہیں، ہو گیا کافروں میں سے، اِس میں استمرار کہاں سے آ گیا وہ تھا ہی کافروں میں سے۔

علم الٰہی میں موجود تھا کہ یہ کافر ہے تو پھر ترقی کیوں ہوئی اِس لئے کہ اُس نے اپنا کفر ظاہر نہیں کیا تھا اور وہ اپنے علم پر کسی کو سزا نہیں دیتا۔ وہ سب کچھ جانتا ہے میرا کردار جانتا ہے آپ کا جانتا ہے جو گزر چکے ہیں اُن کا جانتا ہے جنہوں نے پیدا ہونا ہے اُن کا کردار بھی جانتا ہے لیکن سزا اپنے علم پر نہیں دے گا جب وہ دنیا میں آ کر اعمال کریں گے سزا اُن پر دے گا۔ شیطان نے بھی جب تک بات اندر چھپائے رکھی وہ ایسا کریم ہے جانتا تھا اُس کی پردہ دری نہیں کی وہ عبادت کرتا رہا وہ ترقیاں دیتا رہا۔ آخر موقع آ گیا کہ جب شیطان پھٹ پڑا خود برداشت نہ کر سکا اُس کے اندر سے کیا نکلا۔

انا خیر منه. میں اُس سے اچھا ہوں یہ تو بہت خراب ہے میں اِس سے اچھا ہوں کیچڑ سے بنا کر پتلا آپ نے آدم علیہ السلام بنا دیا اور میں آگ کے شعلے سے پیدا ہوا کہاں آگ کا صاف شفاف شعلہ اور کہاں مٹی کا کیچڑ۔ انا خیر منه. میں اُس سے بہتر ہوں اللہ کریم نے فرمایا۔

کان من الکفرین. یہ تھا ہی کافروں میں سے یہ میری عبادت نہیں کر رہا تھا یہ اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لئے سجدے پہ سجدے کیے جا رہا تھا جب تک اُس نے اندر کی بات سامنے نہیں کی میں بھی اسے ترقی دیتا رہا مجھے پتہ تھا کہ ایک دن آئے گا جب یہ پھٹ پڑے گا۔ مخلوق ہے مخلوق کی حد ہوتی ہے کہاں تک راز کو راز رکھے گا ایک دن یہ پھٹ پڑے گا۔ اُس دن اپنی سزا پا جائے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا۔

سلاسل تصوف سے جولوگ پایہ جو باعث حیات ہے اس آب حیات کو پی کے جولوگ مرتے ہیں وہ اُس دن نہیں مرتے وہ جب سلاسل میں داخل ہوتے ہیں تب سے مردود ہوتے ہیں لیکن اللہ کریم بے نیاز ہے وہ چھپائے رکھتا ہے جب تک وہ آپ خود عملاً اپنا کردار ظاہر نہیں کرتے وہ پردہ پوشی کئے رکھتا ہے جب کوئی بات سامنے آتی ہے پھر وہ بھی نعرہ لگاتا ہے شیطان کی طرح انا خیر منہ. کہتا ہے تو پھر چھٹی۔ تو روئے زمین پر سب سے بڑا بدنصیب وہ ہے جو آب حیات پی کر مر جائے۔ کیفیات قلبی حاصل کرتے ہوئے جو بندہ ضائع ہو جائے سب سے بڑا بدنصیب وہ ہے یہ جو ضائع ہونے والوں یا جو ضائع ہو گئے میں اُن کے لئے نہیں کہہ رہا۔ اپنے لئے اور آپ کے لئے کہہ رہا ہوں کہ جو ہو گیا۔ اب جو مر گیا اُسے بندہ پرہیز بتانے کیوں جاتا ہے مر گیا وہ تو مر گیا یہ تو زندوں کے لئے ہوتی ہے کہ یہ چیز کھاؤ یہ نہ کھاؤ اِس سے پرہیز کرو اِس کی احتیاط کرو مرنے والے تو مر چکے۔

لہذا جتنا انعام بھی اللہ دے دے بندہ بندہ ہی رہتا ہے بندے کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اب میں بہت بڑا ہو گیا ہوں۔ سمندر سے اگر کوئی چڑیا ایک چونچ بھر لیتی ہے اُسے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میرے جتنا پانی کسی کے پاس نہیں میں بہت بڑی ہوں کیا بڑی ہو گئی ہے تُو کہاں سمندر کہاں تیری یہ چونچ کوئی نسبت نہیں بنتی بندہ کتنا بھی حاصل کر لے جو گرد اڑی تھی محمد رسول اللہ ﷺ کے قدم ہائے مبارک سے اُس کے ذرات کے برابر کوئی نہیں ہے جن گھوڑوں پہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوار ہو کر جہاد کیا۔ اللہ نے اُن کے سموں کی قسمیں کھائیں اِس کا مطلب ہے جتنے بڑے بھی ہو جائیں ہماری قسم تو اللہ نے نہیں کھائی۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہم تو اُن کی سواری کے

> جن گھوڑوں پہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سوار ہو کر جہاد کیا اللہ نے اُن کے سموں کی قسمیں کھائیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہم تو اُن کی سواری کے گھوڑوں کے سموں کے برابر بھی نہیں ہیں۔

گھوڑوں کے سُموں کے برابر بھی نہیں ہیں۔ میری آپ کی قسم کھائی ہے کہیں اللہ نے؟ تو پھر اکڑ کس بات کی۔ محنت بھی کریں خلوص پیدا کریں ایک بات سے پرہیز رکھیں اپنی بڑائی زہر قاتل ہوتی ہے ابلیس سے لیکر آج تک اس راہ پر جو مارے گئے یہی زہر سب نے پیا۔ اور جو مر گئے اُن کا معاملہ رب کے ساتھ ہے اللہ کریم ہمیں اپنے نور علم سے نوازے توفیق عمل عطا فرمائے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ :-
ہدایت کے راستے

ضروری ہے اور اللہ کے حکم اور نبی کی سنت کی بھی بناوٹیں اتنی بن گئی ہیں جن کی سمجھ نہیں آتی۔ اس کے لئے اپنا اندر کھرا ہونا ضروری ہے تاکہ دل میں سچی طلب پیدا ہو جائے، وہ فرماتا ہے کہ راستہ دکھانا میرا کام ہے۔ صرف دکھانا ہی نہیں بلکہ راستہ طے کرانا، لنھدینھم سبلنا میں ان کے لئے اپنی طرف سینکڑوں راستے کھول دیتا ہوں، کتنے اسباب بنا دیتا ہوں، کتنے ذرائع مہیا کر دیتا ہوں کہ وہ میری بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔

سو میرے بھائی! اپنے دلوں پہ نگاہ رکھو۔ ہمارے پاس دوسروں پر تنقید کی فرصت نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے دل میں کھوٹ بھرا ہوا ہو، چاہے اپنا مکان گر جائے اور ہم کہہ رہے ہوں کہ اس کا مکان ٹیڑھا ہے، اس کی جھونپڑی گندی ہے، اس کے گھر کا رنگ صحیح نہیں ہے، دوسروں کو دیکھتے رہیں خواہ اپنا دھڑام ہو جائے۔ ہم یہ کہتے رہیں کہ وہ چور ہے، وہ جھوٹا ہے، گناہگار ہے، وہ فلاں ہے، وہ فلاں ہے اور اپنے دل میں کھوٹ بھرا ہو اور ملک الموت زندگی کا رشتہ منقطع کر دے۔ سو میاں! اپنے آپ کو درست کرو، اپنے اندر جھاڑو دینے پر وقت لگاؤ، دین وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ فرض، سنت کو چھوڑیں، کوئی مستحب بھی حضور کے بعد کسی کو ایجاد کرنے کی اجازت نہیں ہے، مستحب بات بھی وہیں سے ثابت ہے۔ سارے کا سارا دین ہے اتباع رسالت میں اور یہ نصیب ہوگا خلوص نیت کے ساتھ۔

ہدایت کے راستے

ہمارے انداز مسلمانی اتنے بدل گئے ہیں کہ کلمے میں اختلاف ہے، اذان وہ نہیں رہی جو عہد نبوی میں تھی۔ کون ایسی ہستی بعد میں مبعوث ہوئی جس نے اس میں کمی بیشی کا ہمیں بتایا۔ ہے کوئی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ان الفاظ میں کمی بیشی کا بتائے؟ کس کا مقام ہے؟ کس کی مجال ہے؟ کس کا منصب ہے کہ وہ یہ بتائے کہ نہیں، اس طرح سے کہہ دینا منظور نہیں ہے، ذرا اس کے ساتھ پہلے یہ بھی جوڑ لیا جائے بعد میں یہ بھی جوڑ لیا جائے۔ علمائے حق لکھتے ہیں کہ جو اس طرح کی چیزیں ایجاد کرتے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اپنی نبوت کے مدعی ہیں۔ کہ یہ کمی حضور سے رہ گئی اب نیا نبی آ گیا جو وہ خامیاں دور کر رہا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

☆☆ دارالعرفان، منارہ ☆☆

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

فاستقم کما امرت ومن تاب معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیرا o

اللھم سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم o

مولا یا صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک من زانت بہ العصروا۔

بارہویں پارہ میں سورۃ ہود کی یہ ایک سو بارہویں آیۃ کریمہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اس آیۃ کریمہ کے بارے فرمایا جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ اس آیۃ کریمہ نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

ارشاد باری ہے فاستقم کما امرت حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ والا صفات تمام عالمین کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین عالمین کے لفظ میں اتنی وسعت ہے کہ اللہ کے علاوہ جتنے جہان ہیں، جتنی مخلوق ہے، یہ جہان ہے یا عالم بالا ہے، یا عالم آخرت ہے، اس سے نیچے کوئی جان ہے، فضاؤں میں ہے، سمندروں میں ہے، کتنی مخلوق کہاں کہاں بستی ہے، ہر ایک کا ایک الگ جہان ہے۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو اللہ کی مخلوق کے کتنے لشکر کہاں کہاں ہیں یہ صرف وہ خود ہی جانتا ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اللہ کی ذات کے علاوہ جہاں بھی کوئی تخلیق باری ہے اس کے لئے رحمت الٰہی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔

انبیاء کا خاصا یہ ہوتا ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ معصوم کا معنی یہ ہے کہ گناہ کرنے کی یا اللہ کی نافرمانی کرنے کی اس میں کوئی خصوصیت ہوتی ہی نہیں سرے سے۔ جس طرح آپ کہتے ہیں کہ ایک شخص کی آنکھ ہی نہیں وہ نہیں دیکھ سکتا، دیکھنے کے لئے جس طرح آنکھ چاہئے اسی طرح نافرمانی کے لئے یا خطا کے لئے ارادہ یا ارادہ کرنے والی دل میں ایک کیفیت چاہئے وہ انبیاء میں نہیں ہوتی۔ اس لئے انبیاء کو معصوم کہتے ہیں اور قانونِ شرعی یہ ہے کہ جس شخص کے بارے بھی آپ یہ عقیدہ رکھیں کہ یہ معصوم ہے آپ نے گویا اسے نبی مان لیا۔ یعنی عصمت نبوت کی وہ خاصیت ہے کہ جو نبی کے علاوہ بنی نوع انسان میں کسی دوسرے فردِ بشر میں نہیں ہے۔ تو جسے بھی آپ اس نگاہ سے معصوم مانتے ہیں اسے گویا آپ نے نبی تسلیم کر لیا۔ اہل سنت اور اہل تشیع حضرات کا جھگڑا اسی بات پر رہتا ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور اپنے بارہ اماموں کو ملا کر چودہ معصومین کے قائل ہیں۔ اور اہل سنت فرماتے ہیں کہ آپ چودہ کو نبی مان رہے ہیں۔

نبی کے بعد صحابہ کا مرتبہ ہے، تابعین، تبع تابعین ہیں، اولیاء اللہ ہیں، صالحین ہیں، یہ سارے محفوظ ہوتے ہیں، انہیں حفاظت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے ہو جاتے ہیں،

اللہ ان کی حفاظت فرماتا ہے لیکن محفوظ ہونا اور بات ہے اور معصوم ہونا اور بات ہے۔ محفوظ ہونا ایسے ہے جیسے ایک خاتون چہرے پر پردہ کر لیتی ہے، اس کا چہرہ نظر نہیں آتا لیکن اس کا چہرہ ہے تو سہی۔ حفاظتِ الٰہیہ انہیں اپنے حصار میں لے کر گناہ سے، نافرمانی سے بچاتی ہے۔ اِنَّ عِبَادِی لیس لک علیھم سلطن جیسے ابلیس سے ارشاد ہوا کہ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تمہارا داؤ نہیں چلے گا، کوئی بس نہیں چلے گا۔ تو یہ حفاظتِ الٰہیہ ولی اللہ کو بھی حاصل ہے، یہ حفاظت الٰہیہ آئمہ کو بھی حاصل ہے، فقہا کو، محدثین، مفسرین کو بھی، جسے رب چاہے بعد از نبی .... صحابہ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ سارے ہی عادل، امین، سچے، کھرے ہیں۔ یہ صفتِ عدل انہیں کیسے حاصل ہے؟ حفاظتِ الٰہیہ کی وجہ سے محفوظ ہیں اور خدانخواستہ اگر حفاظت الٰہی ان کو حاصل نہ رہے تو ایسے بدنصیب بھی .... بہت کم .... لیکن چند نام ایسے بدنصیبوں کے بھی ملتے ہیں جو صحابیت سے بھی ارتداد کی طرف چلے گئے .... صحابی تھے .... مرتد ہو گئے۔ نبی کیونکہ معصوم ہوتا ہے اس لئے نبوت اس سے زائل نہیں ہوتی۔ نبی کو جب نبوت عطا ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ نبی ہی رہتا ہے پھر اس سے نبوت سلب نہیں ہوتی۔ نبی کے بعد کے جو رتبے ہیں ان سے جب پاؤں پھسلے تو سارا کچھ سلب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح بے شمار ولی اللہ تھے پھر وہ گمراہ بھی ہوئے، بڑے نیک لوگ تھے پھر وہ خطا کار بھی ہوئے۔

تو یہاں حضور اکرم ﷺ کو خطاب ہے کہ جو نہ صرف نبی بلکہ امام الانبیاء ہیں، خاتم الرسل ہیں، رحمت العالمین ہیں، رحمت عالم نہیں، رحمتِ عالمین ہیں۔ یہ جو رحمت عالم حضور ﷺ کو لکھتے ہیں یہ درست نہیں لکھتے .... ایک عالم کے لئے نہیں، عالمین کے لئے، جہاں تک اللہ کی ربوبیت ہے، اللہ جل شانہٗ رب العالمین ہے۔ جہاں تک اس کی ربوبیت ہے وہاں تک محمد رسول اللہ ﷺ

> جب ذاکرین اللہ اللہ کرتے ہیں تو دل میں اللہ کے نام کی روشنی اور برکاتِ نبوی علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام کی روشنی آتی ہے۔

رحمت العالمین ہیں۔ تمام نبیوں کے امام ہیں اور عالم امر میں زمین پر انسانوں کے آنے سے پہلے جتنے انبیاء اللہ نے منتخب فرمائے، جتنی ارواح کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین وہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت لی اللہ نے .... ابھی دنیا میں زمین پر، اس عالم آب وگل میں نہ کوئی انسان آیا تھا نہ کوئی نبی آیا تھا، عالم ارواح میں وہاں جب انبیاء کے ارواح جمع فرمائے تو سب سے حضور کی اطاعت کا عہد لیا اللہ نے۔ یہی تو بیعت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کو امام الانبیاء کہا جاتا ہے اور شب معراج کو بیت المقدس میں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ واحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے بعد جتنی عظمتیں ہیں وہ آپ پر نچھاور ہیں۔ نبی سے خطا ہو نہیں سکتی، معصوم عن الخطاء ہوتا ہے، پھر نبیوں کے بھی حضور ﷺ امام ہیں، پھر تمام کائناتوں کے لئے اللہ کی رحمت ہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے فاستقم کما امرت جو حکم اللہ کی طرف سے دیا گیا اس پر بالکل سیدھے سیدھے رہئے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بہت سے قوانین صدر مملکت پر لاگو نہیں ہوتے جو عام آدمی پر لاگو ہوتے ہیں۔ لیکن بعض قانون ایسے نافذ کئے جاتے ہیں جس میں یہ لکھا جاتا ہے کہ اس سے صدر مملکت بھی مستثنیٰ نہیں ہے، یہ صدر پر بھی لاگو ہوگا، یہ بادشاہ پر بھی لاگو ہوگا۔ تو جو صدر پر یا بادشاہ پر لاگو ہوتا ہے تو بادشاہ سے نیچے کوئی سوچ سکتا ہے کہ وہ اس سے بچ سکتا ہے۔ یہ احکام جو براہِ راست آقائے نامدار ﷺ کو دیئے جاتے ہیں ان سے مراد یہ ہوتی ہے کہ حضور ﷺ اپنے تمام مراتب ومقامات اور قرب الٰہی کے باوجود اس بات کے پابند ہیں جو اللہ کی طرف سے وحی کی گئی، اس سے دائیں بائیں نہیں ہوتے چہ جائیکہ ماوشما .... ہماری کیا حیثیت ہے؟ کوئی عالم، کوئی مولوی، کوئی ولائیت کا مدعی، کوئی پارسائی کا دعویدار ایک رائی برابر بات نہیں بنا سکتا کہ یہ عبادت ہے اور یہ گناہ ہے۔ یہ

اللہ کا کام ہے کس کام کو اس نے عبادت قرار دیا اور کس بات کو اس نے خطا قرار دیا یہ اس کی شان ہے اور یہ بتانا کام ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا بلکہ آپ کا قول ہی نہیں آپ کا عمل بھی اس بات کی دلیل ہے کہ منشاء باری یہ ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کو **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ**۔ حضور ﷺ کا حرکت وسکون ایسا ہے کہ جس کسی نے آپ کی غلامی اور آپ کا اتباع کیا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حبیبِ حبیب کبریا حضرت عائشہ الصدیقہ ؓ ام المومنین سے کسی نے سوال کیا تھا عرض کیا کہ یا اُمّ المومنین! حضور کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ کس طرح بات فرماتے تھے، اٹھتے بیٹھتے کس طرح تھے، خفا ہوتے تو کیا انداز ہوتا، کسی پر مہربان ہوتے تو کیا انداز ہوتا، کیا کیا طریقہ تھا آپ کا؟۔ انہوں نے بڑا خوبصورت جواب دیا، فرمایا قرآن پڑھنا شروع کر دو آپ کو اخلاق کریمانہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر نظر آئے گی۔ آپ کا اخلاق قرآن تھا۔ جو قرآن کہتا ہے وہ کرتے تھے، جہاں پر قرآن روکتا ہے وہ رک جاتے تھے۔

دین اس بات کا نام ہے کہ اللہ کے علاوہ اس میں کسی کی مرضی شامل نہ ہو اور حضور اکرم ﷺ اللہ کی مرضی کی سب سے اعلیٰ مثال بلکہ روشن سورج ہیں کہ جو حضور کہتے ہیں، کلمے کا حکم دیتے ہیں وہ منشاء باری ہے، اللہ کو وہ چیز پسند ہے اور جس سے حضور روکتے ہیں وہ اللہ کو ناپسند ہیں اور فرمایا میرے حبیب! **فاستقم** سیدھے کھڑے ہو جائیے، اس بات پر جم جائیے **کما امرت** جس طرح اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے **ومن تاب معک ولا تطغوا** اور جو بھی کوئی آئے آپ کے ساتھ تائب ہو کر شامل ہو جائے وہ بھی اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر آپ کی غلامی اختیار کر لے، قیامت تک آنے والی مخلوق میں جو بھی مدعیء اسلام ہو، جو بھی آپ کی غلامی کا دعویٰ کرے، اس کی پسند و ناپسند ختم ہو گئی۔ اس کی عقل و خرد وہاں ختم ہو گئی، اس کی سوچ وہاں ختم ہو گئی۔ اگر اس نے سوچنا ہے تو اسلام قبول کرنے سے پہلے سوچے۔ اگر اپنی دانش و بینش کو کام میں لانا ہے تو اسلام قبول کرنے سے پہلے لائے، کسی کام کی اچھائی برائی کا معیار خود مقرر کرنا ہے کہ یہ مناسب ہے یا نامناسب تو اسلام قبول کرنے سے پہلے کرے۔ جب اسلام قبول کرے گا پھر مرضی اس کی نہیں پھر مرضی اللہ اور اللہ کے رسول کی چلے گی۔

اور فرمایا **ولا تطغوا** رائی برابر بھی اس میں زیادتی نہ کرو۔ بال برابر بھی کسی طرف نہیں ہونا۔ اس لئے کہ **انہ بما تعملون بصیرا** جو عمل بھی تم کرتے ہو، جو خیال تمہارے دل میں گزرتا ہے، جو وسوسہ تمہیں آتا ہے، جہاں تم انگلی اٹھاتے ہو، ہر بات سے وہ باخبر ہے، وہ دیکھ رہا ہے۔ ہر چیز کو خود دیکھ رہا ہے۔

اب آپ اندازہ کیجئے کہ دعویٰ تو ہمارا اسلام کا ہے لیکن ہمارا اسلام........ اگر آج صحابہ کو دنیا میں واپس لایا جائے تو شاید وہ ہمیں پاگل سمجھیں۔ ہمارے انداز مسلمانی اتنے بدل گئے ہیں کہ کلمے میں اختلاف ہے، اذان وہ نہیں رہی جو عہدِ نبوی میں تھی۔ کون ایسی ہستی بعد میں مبعوث ہوئی جس نے اس میں کمی بیشی کا ہمیں بتایا۔ ہے کوئی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ان الفاظ میں کمی بیشی کا بتائے؟ کس کا مقام ہے؟ کس کی مجال ہے؟ کس کا منصب ہے کہ وہ یہ بتائے کہ نہیں اس طرح سے کہہ دینا منظور نہیں ہے، ذرا اس کے ساتھ پہلے یہ بھی جوڑ لیا جائے بعد میں یہ بھی جوڑ لیا جائے۔ علمائے حق لکھتے ہیں کہ جو اس طرح کی چیزیں ایجاد کرتے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اپنی نبوت کے مدعی ہیں۔ کہ یہ کمی حضور ﷺ سے رہ گئی اب نیا نبی آ گیا جو وہ خامیاں دور کر رہا ہے۔

دین کا حاصل کیا ہے، دین کس لئے ہے؟ دین ہے وصول الٰہی کے لئے، مخلوق کے واصل باللہ ہونے کے لئے، اللہ کی رضا اور خوشنودی کو پانے کے لئے۔ اگر دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیا جائے تو سب سے بُرا پیشہ ہے، سب سے رذیل پیشہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ دین کو بیچتے ہیں........ یہود کے اور نصاریٰ کے علما تھے ناں، انہوں نے دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا تو اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ باتوں کو میری آیات کو بیچتے ہیں تھوڑے سے مال کے عوض۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم فتویٰ فروش ہی ہوں، یہ بھی دین کا بیچنا ہے جو ہماری روزمرہ کی زندگی میں جو ہم سمجھتے ہیں کہ یعنی ہماری سوچ یہ ہے کہ اگر اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کریں گے تو بدنامی

ہوگی اور اگر ہم اپنی مرضی کریں گے تو بڑی نیک نامی ہوگی .... مجھے بتائیے اور کفر کا ذم ہوتا ہے کیا؟ اگر یہ مسلمانی ہے تو پھر کفر کیا ہے؟۔

شادی کو چھوڑ دیں، جنازے پر، میت پر دیکھ لیں .... چالیس چالیس دن دعوتیں اڑائی جاتی ہیں اور مزے کئے جاتے ہیں اور ادھار مانگ مانگ کر حلوے پکائے جاتے ہیں کیا یہ سارا طریقہ مسنون ہے؟ اور اگر سنت کے مطابق نہیں ہے تو کیوں کیا جاتا ہے۔ .... نہ کیا تو بدنامی ہوگی، کریں گے تو ہماری بڑی شہرت ہوگی .... اس کا مطلب ہے دین اللہ کی عظمت کے لئے نہیں، میری اور آپ کی عظمت کے لئے ہے کہ لوگ ہمیں بڑا کہیں؟ اب اس میں کچھ لوگ جو اللہ کے حکم کے مطابق ذکر اذکار کرتے ہیں، اس پر محنت کرتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں، جن کے بارے میں ارشاد ہے۔ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حال میں اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ زائد محنت کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ جو عمل شریعی ہم کر رہے ہیں اس سے مزید زیادہ کی توفیق بھی ہو اور جو کر رہے ہیں اس میں خلوص بھی ہو، رضائے الٰہی کی طلب ہو اپنی بڑائی کی بات نہ آ جائے۔

سارے کا سارا تصوف جو ہے وہ صرف خلوص نیت پر ہے۔ ہر لحظہ نفس بہکاتا ہے، ہر لحظہ شیطان بہکاتا ہے، ہر لحظہ دنیا کی خواہشات سامنے آتی ہیں، ہر لحظہ اپنی بڑائی کا خیال آتا ہے، حصولِ زر کی طمع آتی ہے، حصول اقتدار کا خیال آتا ہے، پھر ان ساری سوچوں کو دل سے نکالنے کے لئے، یہ سارے شیطانی وساوس، یہ ساری تاریکیاں ہیں، سارے اندھیرے ہیں موج من فوقہ سحاب ظلمت بعضھا فوق بعض یہ تاریکیاں ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر چڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ان تاریکیوں میں سورج چڑھانے کے لئے اللہ کا نام، اللہ کا ذکر ہے۔ دل کے اس چھوٹے سے گھر میں جہاں یہ ظلمتیں، شیطان اور ہمارا نفس داخل کرتا ہے وہاں جب ذاکرین اللہ اللہ کرتے ہیں

> **انبیاء کا خاصہ ہوتا ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کی نافرمانی کرنے کی اس میں سرے سے خصوصیت ہی نہیں ہوتی۔**

تو دل میں اللہ کے نام کی روشنی اور برکاتِ نبوی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کی روشنی آتی ہے .... تو یہ ظلمتیں نکلتی ہیں تو طلبِ الٰہی میں خلوص، اپنی بے مائیگی کا احساس اور عظمتِ الٰہی کا ادراک ہر شخص کو اپنی حیثیت، اپنے علم، اپنے شعور کے مطابق ہوتا ہے .... لیکن بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ کبھی انسان اسی زعم میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ میں نے بڑی اللہ اللہ کی ہے میرے جیسا اب دنیا میں کون ہے۔

فاقے سے مرنا ایک فطری بات ہے کہ آدمی کو بھوکا پیاسا رکھو تو وہ مر جائے گا لیکن اتنا دودھ پیا جائے کہ دودھ پی کر مر جائے تو یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔ کوئی اتنا خوش حال ہو کہ صبح و شام اتنا بے تحاشا کھاتا ہو کہ وہ اپنی عمر کھانے پر خرچ کر دے اور زیادہ کھانے کی وجہ سے مر جائے، مرغن غذائیں اس کا دل فیل کر دیں تو یہ تو بڑی بدنصیبی ہے کہ غذا زندگی کیلئے تھی، زندگی غذا کیلئے تو نہیں تھی کہ جانوروں کی طرح کھانے پر زندگی گزار دی جائے۔ اسی طرح یہ سارا مجاہدہ تو اس لئے تھا کہ اپنی بے مائیگی کا احساس، جتنا اپنی کمزوریوں کا احساس ہوتا اتنا ہی عظمت الٰہی کا ادراک ہوتا ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں وہ سب کچھ ہے۔ اور میں تو اس قابل ہی نہ تھا کہ اس کا نام جان سکتا، یہ احسان اس کے نبی کا ہے (ﷺ) کہ اس نے مجھے اللہ کا نام سکھایا۔ پھر یہ ان لوگوں کا احسان ہے جنہوں نے مجھے اس کی کتاب پڑھائی، اس ماں کا احسان ہے جس نے مجھے کلمہ سکھایا، اس باپ کا احسان ہے کہ جس نے مجھے رزق حلال پر پالا، اس استاد کا احسان ہے جس نے مجھے دین سکھایا اور اللہ کے اس بندے کا احسان تو سب سے زیادہ ہے جس نے میرے دل میں ذکر الٰہی کی شمع روشن فرمائی۔ ورنہ میں کیا تھا۔

شیخ سعدیؒ .... مولوی سعدی بڑے مزے کی باتیں کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب یہ صابن وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے تھے تو غسل کے لئے، سر دھونے کے لئے ایک خاص قسم کی مٹی استعمال ہوتی تھی۔ اور اس علاقے میں وہ

زمانہ میں نے بھی دیکھا ہے۔ میرے بچپن میں بھی یہاں پہاڑوں میں ایک مٹی ملتی تھی جو خواتین لے آتی تھیں کھود کر اور پھر اسے بالوں میں مل کر اس سے سر دھوئے جاتے تھے اور صابن کی طرح بال صاف کر دیتی تھی۔ بلکہ ان صابنوں سے زیادہ نکھر جاتے تھے۔ تو وہ زمانہ تھا کہ صابن ایجاد نہیں ہوئے تھے، غسل کے لئے اس مٹی کی ٹکیاں استعمال ہوتی تھیں۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ :-

گلِ خوشبوئے درہم ما افروز
رسید از دستِ محبوب بدستم

میں حمام میں غسل کے لئے جب گیا تو میرے ایک دوست نے مجھے نہانے کے لئے مٹی کی ایک ٹکیہ دی اور وہ بڑی خوشبودار تھی۔ مٹی تھی، لیکن اس میں بہت خوشبو تھی۔

بدو گفتم کہ تو مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویز تم مستم

تو میں نے اس مٹی سے سوال کیا کہ تو مشک ہے، مستوری ہے یا امبر ہے کہ تیری خوشبو سے تو میرا دماغ معطر ہو رہا ہے اور میں مست ہو رہا ہوں۔ اس مٹی نے جواب دیا :-

بگفتہ من گل نا چیز بودم
مدتِ بہ گل نشستم

اس نے کہا کہ میں تو ایک بے کار مٹی تھی لیکن مجھے ایک مدت تک پھولوں میں رکھ دیا گیا، کچھ عرصہ میں پھول کے ساتھ رہی۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

کچھ دنوں میں پھولوں کے ساتھ رہی ان کا جمال میرے اندر روشنی کر گیا اور خوشبو بکھیر گیا۔ میں تو آج بھی وہی مٹی ہوں، جو میرے پاس خوشبو ہے وہ ان پھولوں کی ہے جن کے پاس رہنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔

یہ جو لوگ سینوں میں اللہ اللہ انڈیلتے ہیں یہ پھول ہوتے ہیں اور ہم مٹی ہیں۔ اور دین یہ ہے کہ ان سب باتوں کا احساس وادراک رکھا جائے اور وہ ساری رحمت کی مختلف کرنیں ہیں، مختلف شعبے ہیں۔ اس لئے اس پر اللہ کا شکر بھی ادا کیا جائے اور اپنے نبی ﷺ پر بھی الصلوٰۃ والسلام پڑھا جائے۔ لیکن انسان ایسا کمزور واقعہ ہوا ہے کہ یہ دودھ پی کے بھی مر جاتا ہے۔ کوئی تو بھوکا مرتا ہے یہ بسیار خوری سے بھی، زیادہ کھا کر بھی مر جاتا ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی دل میں یہ خیال آجائے کہ نہیں میں بہت بڑا ہوں تو ایک لحہ لگتا ہے ساری زندگی کی کمائی ضائع کرنے میں۔ جب یہ سوچ آئی، تمام پچھلی زندگی پر سیاہی پھر گئی۔

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ اللہ تعالیٰ کبھی ظلم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ زیادتی نہیں کرتا۔ اب بندہ سوچے کہ وہ ساٹھ برس ستر برس محنت کرتا ہے اور ایک آن میں اللہ نے ضائع کر دی تو یہ تو ظلم ہے تو فرمایا! اللہ ظلم نہیں کرتا۔ ولکن کانوا انفسھم یظلمون یہ لوگ اپنے گھروں کو آپ دیا سلائی دکھاتے ہیں، لوگ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص سر پر تیل چھڑک کر اپنے آپ کو دیا سلائی دکھا دیتا

ہے، کہا جائے کہ اس پر اللہ نے زیادتی کی؟

یہ جو اپنے بڑھائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ :-

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
جب اللہ کسی کو رسوا کرنا چاہتا ہے۔
محوش اندر طعنۂ نیکاں کند
تو اس کا مزاج ایسا بن جاتا ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں پر طنز کرنا شروع کر دیتا ہے۔

مولانا تھانوی ؒ لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو ماننا ضروری نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم ولی کو ولی اللہ ہی مانیں۔ نبی کا ماننا ضروری ہے، صحابہ کی عظمت کا اقرار ضروری ہے لیکن ولی کی ولائیت کا اقرار، دین کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آگے فرماتے ہیں منکر مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔ یہ اگرچہ کفر نہیں ہے لیکن یہ انکار آہستہ آہستہ کفر کی طرف لے جاتا ہے اور وہ مرتے عموماً کفر ہی پر ہیں۔ سو میرے بھائی! عبادت کی توفیق بھی وہ دیتا ہے، عبادت کا طریقہ سمجھانے کے لئے اس نے اپنے حبیب ﷺ کو مبعوث فرمایا اور حکم یہ دیا کہ میرا نبی بھی سر مو دائیں بائیں نہیں جا سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے بارے جب خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر فرمایا قرآن حکیم نے اور وہ واقعہ بیان کیا کہ اس طرح انہوں نے کشتی توڑ دی، اس میں سوار ہوئے تھے، یہ ہوا تھا، بچہ قتل کر دیا، پھر یہ ہوا اس کا حل............ پھر بستی میں گئے۔ فابوا ان یضیفوھما تو بستی والوں نے

انکار کر دیا کہ تمہیں کھانا نہیں دیں گے۔ جب یہ آیۂ کریمہ پھیلی تو اس بستی سے وفد آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ مدعا حاضری کا یہ بیان کیا کہ اتنا لمبا سفر کر کے ہم اس لئے آئے ہیں کہ نہ صرف ہماری بستی، نہ صرف ہماری قوم بلکہ پورا علاقہ مشرف بہ اسلام ہو جائے گا، ہم کلمہ پڑھ لیں گے، آپ کی اطاعت کریں گے، آپ کے خادم بنیں گے، اسلام کے دست و بازو بنیں گے، ہماری ایک چھوٹی سی درخواست قبول فرمالیجئے۔ کا معنی ہے کہ انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا لیکن ایک یہ نقطہ جو ہے اس میں ''ب'' کے نیچے، یہ ایک نقطہ نیچے سے اوپر اور اس کے ساتھ ایک نقطہ اور بڑھا دیں تو یہ بن جائے گا۔ فاتی ان یضیفو ھما یعنی وہ اس بات پر تیار ہو گئے کہ ہم ان کی دعوت کرتے ہیں......... تو ہماری یہ جو ملامت ہے، طعنہ ہے، یہ ہٹ جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مسلمان ہونا ہے اللہ کی رضا جوئی کے لئے، قرآن کے ایک نقطے کو نیچے سے اوپر کر دوں یا اس میں ایک نقطہ بڑھا دوں یا گھٹا دوں، یہ میرے بس میں نہیں، یہ میرے اختیار میں نہیں۔ یہ اُس کا کام ہے۔ میں ایک نقطہ بڑھانے، گھٹانے کا مجاز نہیں ہوں۔ اور اب اگر قرآن کریم کی عبادت نہ بدلی جائے، اس کے معنی بدل کر ایک نیا دین شروع کر لیا جائے، ایک نئی رسم دین کے نام پر شروع کر لی جائے تو کیا ہوگا؟

عبادت کا حاصل تھا عظمت الٰہی اور اپنی محتاجی کا ادراک لیکن ہم اپنی بڑائی میں گرفتار ہو گئے تو کیا بچا۔ اور اب تو ایسا وقت آ گیا ہے کہ سب سے مشکل کام ہے دین تلاش کرنا۔ اتنی بناوٹیں بن گئی ہیں، اتنی بناوٹیں بن گئی ہیں......... ہر کام میں، نماز میں، اذان میں، نکاح میں، طلاق میں، بیع و شراء میں، کھانے پینے میں......... تماشا دیکھو! قرآن کا حکم موجود ہے کہ سود کھانے والا، اللہ اور اللہ کے رسول سے اعلان جنگ کر رہا ہے اور انگریز کے قانون پر چلنے والی عدالتیں یہ مقدمہ سن رہی ہیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ یعنی جو اللہ نے فرمایا،

> **ولی کی ولائیت کا اقرار، دین کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مگر منکر مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔**

جو اللہ کے قانون نے فرمایا......... جن عدالتوں میں ہندو اور عیسائی جج بھی ہیں، آپ کی عدالتوں میں، وہ عدالتیں یہ مقدمہ سن رہی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے یا غلطی لگ گئی ہے خدا کو بھی سزا دی جائے۔

کیسا عجیب زمانہ آیا ہے۔ ملک مسلمان کا، حکمران بھی مسلمان، پبلک بھی مسلمان، کیا اس بات کو سوچا بھی جا سکتا ہے کہ قرآن کی آیت کو ہم عدالت میں لے جائیں اور عدالت سے یہ فیصلہ کرائیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ وہ کون سی بڑی عدالت ہے جس کے سامنے آپ اللہ کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اس سے پوچھو اس نے صحیح کہا ہے یا غلط کہا ہے۔

ہم ایسے مشکل وقت میں آئے ہیں کہ اس میں کھرا دین تلاش کرنا ہی محال ہو گیا ہے۔ سچ کیسے پائیں؟ صرف اللہ کے وعدے پر ملتا ہے، فرمایا والذین جاھدو! فینا لنھدینھم سبلنا کسی بھی زمانے میں جتنا بھی اندھیر مچ جائے، جو کھرے دل سے میرا طالب ہوگا میں اس کو راستہ دکھا دوں گا۔ اب صرف ایک ذریعہ ہمارے پاس ہے کہ خلوصِ دل سے اللہ سے بات کریں کہ یا اللہ! میں تیری رضا چاہتا ہوں، اے اللہ! میں تیرے نبی کی اتباع چاہتا ہوں اور اس میں کھرا پن ہو۔ دل کی گہرائی سے کہا جائے تو انشاء اللہ العزیز دین روزِ روشن کی طرح نظر آئے گا کہ یہ دین ہے اور یہ دین نہیں ہے۔ اُس کے علاوہ اِس زمانے میں کوئی دلیل نہیں ہے لیکن یہ ایسا نامراد زمانہ ہے کہ جس کپڑے کو صابن لگائیں اور وہ صابن سے مزید میلا ہو تو اس کی صفائی کا کیا علاج ہو؟ جن دلوں کو اللہ اللہ سکھائیں ان میں پھر اپنی بڑائی پیدا ہو جائے تو ان کے لئے ہدایت کا سامان کہاں ہے؟

تو میرے بھائی! کوئی گنجائش نہیں ہے غلطی ہو جانا یہ انسانی خاصا ہے لیکن غلط بات کو دین مان لینا، اس سے آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔ دین ماننے کے لئے اللہ کا حکم اور نبی کی سنت

باقی صفحہ 51 پر ملاحظہ کریں

من الظلمٰت الی النور

صوبیدار میجر (ر) محمد صادق، مانسہرہ

جلا سکتی ہے شمع کشتہ وموجِ نفس اُن کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

سلسلہ عالیہ میں شمولیت سے قبل سادہ سی زندگی گزر رہی تھی دیہاتی ہونے کے ناطے کوئی خاص سوجھ بوجھ نہ تھی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ ملازمت کے سلسلے میں سیالکوٹ میں مقیم تھا۔ جیسی صحبت ملی ویسی اختیار کر لی نماز بھی پڑھ لی اور فلم بھی دیکھ لی۔ بہر حال نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کا بھی شوق تھا۔

ملازمت کے دوران نمازی ساتھیوں میں سے کچھ احباب ایک پیر صاحب کے مرید تھے ذکر وفکر کیا کرتے تھے مجھے انہوں نے ذکر کی دعوت دی اُن کا طریقہ ذکر بہت عجیب تھا۔ اُن میں سے ایک دوست نے کہا کہ جس کسی کا کوئی پیر' راہبر' نہ ہو وہ دنیا وآخرت میں بے یار ومددگار پھرے گا۔ مجھے اس بات سے بے حد صدمہ ہوا لہذا میں نے شیخ کی تلاش شروع کر دی اور اللہ تعالی کے حضور دعائیں مانگنی شروع کر دیں یا اللہ! اس معاملے میں میری مدد فرما اور اپنے کسی مقرب بندے سے میرا تعلق پیدا کر دے۔ اللہ کریم نے میری دعا قبول فرمائی اُن دعاؤں کا ثمر جناب حافظ قادری صاحب کی صورت میں مہیا فرما دیا۔

یہ 1965ء کا واقعہ ہے میں کراچی میں تھا۔ جناب حافظ صاحب کو مغرب کی نماز کے بعد ذکر الٰہی کرتے دیکھا مجھے بہت پسند آیا۔ اُن کے ساتھ ذکر میں شامل ہو گیا ذکر کرتے ہوئے تین دن گزرے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ داڑھی منڈا کر نبی پاک ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو کیا جواب دے گا۔ لہذا میں نے داڑھی رکھنے کی خواہش ظاہر کی ایک بنگالی دوست بھی اس کارِ خیر میں میرے ساتھ شامل ہو گیا۔ اللہ کریم کا احسان شامل حال رہا کہ کسی نے رکاوٹ نہ ڈالی۔ حافظ صاحب کی سرپرستی میں ہماری تربیت شروع ہو گئی۔ آہستہ آہستہ ساتھیوں کی تعداد بڑھنے لگی ہم سب پابندی سے ذکر الٰہی کرتے۔ نماز تہجد پڑھتے۔ بازار جانا' بازار کا کھانا پینا' گانے سننا ترک کر دیا۔ حتیٰ کہ نکر پہن کر PT کرنی چھوڑ دی کیونکہ نکر پہننے سے گھٹنے ننگے ہوتے ہیں اور پتلون پہن کر PT کرتے اس معاملے میں ہماری بے حد مخالفت کی گئی۔ برائی سے نفرت اور دین سے محبت پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ ہم میں سے ہر ساتھی حضرت استاذ المکرم کو خط لکھ کر ہدایت حاصل کرتا اور ہم سب ان ہدایات پر سختی سے عمل کرتے۔ حضرت جیؒ ظاہری بیعت نہ لیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں روحانی استاد ہوں۔ روحانی تعلیم دیتا ہے۔ الحمد للہ میری زندگی کا رُخ مکمل طور پر دین کی طرف مڑ گیا۔ میں نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں احباب کی زندگی کا رُخ دین کی طرف مڑتے دیکھا ہے۔

چلتے چلتے سلسلہ عالیہ کی برکات کا ذکر بھی ہو جائے تو بے حد مفید رہے گا۔ گاؤں مانسہرہ کے ایک ساتھی نے بتایا کہ میرے پاس ایک

قارون کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنستا جا رہا ہے۔ قارون اپنے قد کے برابر روزانہ دھنستا ہے ابھی تک اس کی پہلی زمین طے نہیں ہوئی۔

آدمی آیا جو بے حد پریشان تھا۔ اُس کی بیٹی کے ساتھ جن لگے ہوئے تھے تقریباً ایک سال ہو گیا تھا اور اُس شخص نے 20 ہزار سے زائد رقم خرچ کر دی تھی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ آدمی کہہ رہا تھا کہ جنوں نے بولا ہے کہ آج پانچ بجے تیری بیٹی کو ہم مار دیں گے۔ ساتھی کہتے ہیں میں نے اُس شخص سے کہا میں تو کچھ نہیں جانتا مگر میرے پاس سلسلہ عالیہ کا شجرہ ہے یہ لے جاؤ اور جب جن آئیں تو یہ شجرہ مبارک سامنے کر دینا۔ اُس شخص نے ایسا ہی کیا جنوں نے اُس لڑکی کو چھوڑ دیا اور آئندہ نہ آنے کا وعدہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد اُس گھر والے سب نمازی بن گئے بلکہ ذکر کرنا بھی شروع کر دیا

بھائی غلام نبی سرکاری محکمہ میں ملازم تھے محکمہ کے کچھ افسران نے رقم خرد برد کی اور غلام نبی بھائی سے دستخط کرنے کو کہا انہوں نے انکار کر دیا پھر ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے یہ پیشکش ٹھکرا دی اور ملازمت سے بھی سبکدوش ہو گئے۔

حضرت جیؒ کی رفاقت میں گزرے وقت کی چند یادیں قلمبند کرنا ضروری سمجھتا ہو۔

اپریل 1969ء میں۔ میں اٹک میں تھا اطلاع ملی کہ حضرت استاذ المکرّم رووات سے آگے پھلینہ گاؤں 4 روز کے لئے دورہ پر تشریف لا رہے ہیں میں بھی چار روز کی چھٹی لے کر رووات پہنچ گیا۔ حضرت جیؒ سے جو مجھے محبت تھی وہ میرا اللہ ہی جانتا ہے۔ میں دوڑتا ہوا رووات بازار میں گیا باٹا کمپنی کے سلیپر 9 روپے کے خرید کر لے آیا اور اپنے ہاتھوں سے آپؒ کے پاؤں مبارک میں پہنائے۔ ہمارے اس قافلے میں حافظ غلام جیلانی صاحب مولوی سلیمان صاحب' ظہور شاہ واہ فیکٹری اور محمد صادق شامل تھے۔ رووات سے ۸ میل کلرسیداں روڈ پر بس میں سفر کیا۔ پھر ۸ میل پیدل سفر تھا۔ حضرت جیؒ کے لئے گھوڑی کا بندوبست کیا گیا مگر آپ پیدل ہمارے ساتھ تشریف لے گئے۔ پھلینہ میں ہمارا قیام مستری فضل الٰہی کے گھر تھا۔ بندہ ناچیز کو مستری فضل الٰہی کے گھر میں روحانی بیعت سے نوازا گیا۔

> **فرمایا میں چاہتا ہوں کہ لوگ تمہارا کردار دیکھ کر کہیں کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔**

حافظ غلام جیلانی صاحب نے عرض کیا حضرت جی جس طرح قرآن کریم میں سات آسمانوں کا ذکر ہے کیا سات زمینیں بھی اُسی طرح ہیں؟ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ ۷ زمینیں بھی اوپر نیچے ہیں۔ کیا مشاہدہ کرنا چاہتے ہو۔ اُن دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ میرے قلب کے انوار کے ساتھ چلو جب دوسری زمین پر پہنچے تو حافظ صاحب بولے حضرت یہاں چھوٹے چھوٹے قد کے آدمی ہیں اُن کے چھوٹے چھوٹے بیل ہیں ہمارے گرد اکٹھے ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فرشتے آ گئے ہیں اور جب ہم نے اوپر دیکھا تو ہمیں چاند ستارے دکھائی دیئے جس طرح پہلی زمین والے آسمان پر چاند ستارے دیکھتے ہیں اور تیسری زمین کا مشاہدہ کیا دونوں صاحبان کہنے لگے کہ وہاں اندھیرا اور ظلمات ہیں کوئی سمجھ نہیں آتی۔ پھر قارون کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنستا جا رہا ہے۔ قارون اپنے قد کے برابر روزانہ دھنستا ہے ابھی تک اس کی پہلی زمین طے نہیں ہوئی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مستری فضل الٰہی کے ایک رشتہ دار نے عرض کیا میری بیوی کے ساتھ جن چمٹے ہوئے ہیں۔ صاف ستھرے کپڑے اتار کر دھونا شروع کر دیتی ہے کہ ان کے ساتھ گندگی لگی ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ عورتیں پاکی ناپاکی کا خیال نہیں کرتیں نماز نہیں پڑھتی اس لئے ان کو جن تنگ کرتے ہیں۔ حضرت جیؒ ایک ایک ساتھی کی اصلاح کے لئے لمبے لمبے سفر اختیار فرماتے تھے جس طرح اس سفر سے ظاہر ہوتا ہے۔

1969ء کے وسط میں میری کوئٹہ تبدیلی ہو گئی۔ اسی دوران حضرت جیؒ بھی کوئٹہ تشریف لے آئے۔ حضرت جیؒ بذریعہ ٹرین کراچی سے کوئٹہ تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ جو ساتھی تھے اُن میں راجہ یوسف صاحب بھی تھے۔ ہمراہی ساتھی بتاتے تھے کہ جب حضرت

جیؒ سیہون شریف سے گزرے تو وہاں کے سخی شہباز قلندر استقبال کے لئے کھڑے تھے فرماتے تھے کہ خوش نصیب ہے وہ سرزمین جس پر مولوی صاحب گزر رہے ہیں۔اور بزرگ شعر پڑھتے تھے۔

وہ آئیں ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

کوئٹہ میں حضرت جیؒ کا ایک عالی شان مکان میں قیام کا بندوبست کیا گیا۔آپ نے فرمایا اگر مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو پھر میں اس مکان میں قیام نہیں کروں گا۔لہٰذا آپ چلتن مارکیٹ کی مسجد میں منتقل ہو گئے آپ نے فرمایا کہ کوئٹہ زمین میں نے ہموار کر دی ہے۔اب اس میں پھل پھول اُگیں گے۔

اسی دورہ کے دوران کوئٹہ کے چند علماء کو مراقبات ثلاثہ کرائے گئے۔ایک ساتھی کو فرمایا کہ تو اپنی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتا لہٰذا تجھے ترقی نہیں دی جائے گی۔جب مجھے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ محمد صادق بے داغ ہے اس لئے اسے ترقی دی جاتی ہے۔ناچیز کو عرشی منازل میں ترقی دی گئی۔اس دورہ کے میزبان ملک بشیر احمد آف پنڈی گھیپ تھے جو ان دنوں راولپنڈی میں مقیم ہیں کوئٹہ کا دوسرا دورہ حضرت جیؒ نے 1970ء میں فرمایا۔اس دورہ میں حضرت جیؒ کا قیام ڈیری فارم کی مسجد میں تھا امور میزبانی کے فرائض قاری یار محمد صاحب انجام دے رہے تھے۔ساتھی حافظ محمد صادق ڈیوٹی کی ادائیگی کے بعد فوراً حضرت جیؒ کی خدمت میں پہنچ جاتے۔نہ کھانے کی پرواہ نہ کوئی غم وفکر بس ایک لگن تھی جو بیان سے باہر ہے۔

☆......حافظ غلام جیلانی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت امریکہ والے کہتے ہیں کہ ہمارا خلائی جہاز چاند پر گیا ہے کیا یہ درست ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ میرے قلب کے انوار میں چلو اور دیکھو حافظ صاحب کو اس جگہ کا مشاہدہ کرا دیا گیا ہاں وہ لوگ گئے تھے وہ چاند کے علاوہ اور جگہ تھی۔

بے دین کی صحبت سے صوفی کی ایک سال کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ کی طرف متوجہ رہے گی۔

☆......ملتان میں ہمارے ساتھی میجر رشید احمد (مرحوم) تھے جن کو مشاہدات حاصل تھے اُن کے ہمراہ ہم لوگ غوث صاحب کے مزار پر حاضری دیتے۔رشید احمد صاحب نے فرمایا میں نے آج غوث صاحب سے پوچھا حضرت آپ میرے شیخ المکرم کو جانتے ہیں غوث صاحب نے فرمایا تم دنیا والوں کو کیا معلوم ہے عالم برزخ والوں سے پوچھو حضرت جیؒ کی شان سے وہ واقف ہیں۔غوث صاحب نے فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت جی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کے مرید عالم بالا میں ایسے جاتے ہیں جیسے کبوتروں کے غول کے غول جاتے ہیں ایسا اللہ کا بندہ اس سے پہلے نہیں گزرا

حضرت جیؒ کی شفقت، عنایات نظر کرم اور سلسلہ عالیہ کی نسبت سے جس کو بھی ذکر کی دعوت دی جاتی ہے فوراً قبول کر لیتا ہے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

کھاریاں قیام کے دوران حاجی غلام فرید اور ان کے بھائی میجر احمد خان مرحوم، مولانا رشید احمد بہاولپور والے بھائی حاجی محمد حسین مقیم راولپنڈی عبدالرؤف بہاولپور والے ان احباب کو سلسلہ عالیہ میں شامل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔بہت سے مولوی صاحبان کو بھی ذکر الٰہی کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ملتان قیام کے دوران جناب حیدر زمان، عبدالرحمان (فیصل آباد) جہانگیر (میانوالی) مظفر حسن آزاد کشمیر محمد اکرم (جہلم) ان احباب کو سلسلہ عالیہ میں شامل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میرے گاؤں کے مولوی محمد یعقوب نے ناچیز کے حالات و معمولات کو دیکھ کر کہا کہ آپ کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ آپ کے شیخ المکرم کامل ہستی ہیں۔میں اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوں گا۔مولوی صاحب دارالعرفان میں آ کر حضرت جیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔مولوی صاحب نے دارالعرفان میں صبح سات بجے مجھے بتایا کہ میں

رات بھر میں نہ سو سکا رات ایک بجے حضرت میرے سامنے آئے اور میرے تمام اشکال کا مکمل جواب دیا اب میں مطمئن ہوں ان کو گاؤں کے دیگر بہت سے احباب کی سلسلہ عالیہ میں شامل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ سالانہ اجتماع میں دارالعرفان حاضری دی حضرت جیؒ نے بیٹھے بیٹھے سینے سے لگایا اور فرمایا محمد صادق تو سابقون الاولون میں سے ہے۔ (یعنی شروع شروع میں آنے والے ساتھیوں میں سے ہے) حضرت جی ناچیز سے بے حد شفقت فرماتے تھے۔ خانگی معاملات میں بھی مکمل راہنمائی فرماتے تھے۔ ہر ساتھی کے دکھ درد پر بے حد غمگین ہوتے تھے۔ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کے لئے بے حد اصرار فرماتے تھے۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ لوگ تمہیں دیکھ کر کہیں مسلمان ایسا ہوتا ہے۔

خط کے جواب میں یا ملاقات کے دوران فرماتے دو وقت صبح وشام پابندی سے ذکر الٰہی کریں۔ حرام وحلال میں تمیز کریں۔ گانے بجانے سے پرہیز کریں۔ نماز باجماعت کا اہتمام کریں۔ فرائض راس المال اور نوافل منافع ہیں۔ بے دین کی صحبت سے صوفی کی ایک سال کی محبت ضائع ہو جاتی ہے۔ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے متوجہ رہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ کی طرف توجہ رہے گی۔

☆.....صوبیدار محمد صادق کھاریاں میں ایک ساتھی ہیں جن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ساتھی خوبصورت نوجوان تھے چہرہ داڑھی سے مزین تھا۔ شادی سے پہلے کسی نے داڑھی کا اعتراض نہیں کیا۔ سب کا خیال تھا بیوی جب اصرار کرے گی تو لڑکا داڑھی صاف کردے گا چند ہفتوں بعد بیوی نے داڑھی منڈوانے کا کہا۔ ساتھی نے ہنس کر بات کو ٹال دیا۔ پھر کچھ دنوں بعد بیوی نے داڑھی منڈوانے کا کہا۔ ساتھی نے سختی سے تردید کر دی۔ بیوی روٹھ کر میکے چلی

خط کے جواب یا ملاقات کے دوران فرماتے کہ دو وقت صبح وشام پابندی سے ذکر الٰہی کریں حلال وحرام میں تمیز کریں

گئی۔ ساتھی نے بہت سمجھایا جرگہ منت کی مگر سسرال والے نہ مانے۔ ساتھی بھی مستقل مزاج تھے انہوں نے بولا کہ میں کسی شیخ کا مرید ہوں میں نے شوقیہ داڑھی نہیں رکھی یہ سنت خیر الانام ہے۔ گردن کٹ سکتی ہے مگر داڑھی نہیں کٹ سکتی۔ آخر انجام طلاق پر ہوا۔

1968ء میں شیر علی ساتھی تھے۔ میں اور شیر علی ذکر کر رہے تھے ہمارے ساتھ ایک نئے ساتھی بھی تھے۔ شیر علی نے نئے ساتھی کو پکڑ کر فنا بقا تک لے گیا۔ میں نے کہا بھائی شیر علی حضرت استاد المکرم نے منع فرمایا ہے کہ نئے ساتھی کو مقامات کرائے جائیں ایسا آدمی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ شیر علی بھائی نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ بعض دفعہ کوئی واقعہ سوچے سمجھے بغیر ہو جاتا ہے۔ شیر علی بھائی نے واقعہ بیان کیا کہ میں ذکر کر کے احدیت پر جانا چاہتا تھا۔ مگر میری روح نے اپنے گاؤں کی طرف رخ کر لیا اور پھر قبرستان کی طرف اور پھر میری والدہ صاحب کی قبر پر۔ میں نے دیکھا کہ والدہ کو عذاب ہو رہا ہے میری روح کے پہنچنے سے والدہ کو تھوڑی سی راحت ہوئی تو والدہ نے مجھے سینہ سے لگا لیا اور کہا مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم اتنے اچھے ہو جاؤ گے۔ پھر میں نے والدہ کو ذکر کرایا الحمدللہ اب میری والدہ نجات میں ہیں۔ پھر میں نے والد صاحب کے متعلق پوچھا تو والدہ نے کہا کہ ان کو بھی عذاب ہو رہا ہے۔ پھر میں نے والد صاحب کو ذکر کرایا وہ بھی اب نجات میں ہیں۔

مگر والدہ صاحبہ کو میرا ذکر کرانے کا کوئی ارادہ نہ تھا یہ تمام واقع غیر ارادی طور پر ہوا ہے۔

میں سعودیہ میں تھا حضرت جیؒ نے فرمایا میرے لئے تاریخ بغداد لاؤ۔ میں مدینہ منورہ گیا۔ کتاب کا پتہ کیا سعودی دکاندار بولا کہ یہ کتاب بہت قیمتی ہے 10 جلدیں ہیں 250 ریال قیمت ہے۔ میں نے بولا میں ضرور خریدوں گا۔ وہ کتاب 10 جلد میں لے کر آیا حضرت جیؒ کو منارہ اجتماع کے دوران پیش کی آپ بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دی۔

☆.....صوبیدار محمد صادق بہر حال مجھ جیسا جاہل اور بے علم آدمی حضرت جیؒ کے

اوصاف اور شان عالی کو بیان کرنے سے قاصر ہے اپنے علم اور استطاعت کے مطابق لکھ دیا ہے۔

حضرت جیؒ کے وصال کے بعد حضرت شیخ المکرّم مدظلہ العالی کے دست مبارک پر 1984ء میں تجدید بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مدظلہ العالی نے حضرت جیؒ کے مشن کو بے حد احسن طریقہ سے آگے چلایا ہے۔ سلسلہ عالیہ کو پوری دنیا میں روشناس کرایا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں سلسلہ عالیہ کے احباب موجود ہیں۔

حضرت مدظلہ العالی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں پاکستان کا ہر شہری اور بیرونی ممالک کا ہر فرد حضرت مدظلہ العالی کے اوصاف اور شخصیت سے متعارف ہیں۔

میں نے کئی بار الاخوان اور نفاذ اسلام کے لئے حضرت مدظلہ العالی کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی ہے اور خواہش ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے شہادت نصیب ہو۔ میں نے نفاذ اسلام کے ہر جلسے میں شرکت کی ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ بھی کیا ہے۔

اللہ کریم مجھے ملک عزیز میں نفاذ اسلام کی بہاریں دیکھنی نصیب فرمائے اور نفاذ اسلام کی کوششوں میں شامل فرمائے۔ حضرت جی کے قدموں میں شہادت کی موت عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

ھمارا الاخوان

رب کی دھرتی رب کا نظام
ہماری تنظیم الاخوان
آؤ ہم چلیں دارالعرفان
پھیلائے اللہ کا نام
رب کی دھرتی رب کا نظام
ذکر کریں شیخ کے ساتھ
بے تکلف ملیں برکات
ذکر کریں دن رات
اللہ ہے ہمارے ساتھ
رب کی دھرتی رب کا نظام
وہ ہے ہمارا گھر
وہاں رہیں ہم دن بھر
پہاڑوں کی بلندی پر
اللہ کی عبادت کر
رب کی دھرتی رب کا نظام

تیمور احمد خان، لاہور
(عمر 13 سال)

شیخ المکرم کے نام

تڑپ کو ' شوق کو گر ہوا چاہیے
کوئی ان سا حسیں دلربا چاہیے
دل کے مہتاب کو روشنی کے لئے
اُن سے خورشید کی ہی ضیا چاہیے
وہ مقابل بھی ہیں' پردہ رخ پہ نہیں
میرے دل کی لگی اور کیا چاہیے
وہ نگہ دلنشیں روبہ الطاف ہے
حوصلہ دل کو حد سے سوا چاہیے
درد دل چاہیے' سوز جاں چاہیے
اُس سخی سے بتا تجھ کو کیا چاہیے
بحرِ تسکین کہنا ہے تشنہ لبی!
ظرف اپنا بڑھا کتنا ؟ کیا چاہیے؟
دیکھ کر اُن کو پھر عاشقوں کو بلا
چاند کیوں چاہیے؟ گل سے کیا چاہیے؟

عابد حسین اعوان
A.D.O.R پسرور

متوجہ ہوں

1.....المرشد کے قارئین اور لکھاری حضرات سے گزارش ہے کہ ''المرشد'' کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز لکھیں جو کہ ایڈیٹر کی ڈاک میں شائع کی جائیں گی اور ممکن حد تک عمل بھی کیا جائے گا۔

2-.....قلمکار حضرات تحریریں صاف ستھری اور ایک لائن چھوڑ کر خوبصورت لکھ کر بھیجا کریں نیز صفحہ کے ایک طرف ہی لکھیں۔

3-.....''المرشد'' میں من الظلمت الی النور کا سلسلہ جاری ہے جس میں احباب اپنے حالات و واقعات لکھ کر بھیجیں۔ ضلعی امیر اپنے علاقہ کے صاحب مجاز کے حالات جلد از جلد اپنی پہلی فرصت میں لکھ کر بھیجیں۔

''المرشد'' کے سلسلہ میں خطوط' مضامین درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں۔

ماہنامہ ''المرشد'' اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ، پل کوریاں، منڈی روڈ، فیصل آباد۔ فون 041-668819

مراسلات

خطوط، تجاویز اور تحریریں اس پتہ پر ارسال کریں
ماہنامہ "المرشد"
اے۔ٹی ایم بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ،
فیصل آباد، فون 041-668819

☆......تیمور احمد خان، لاہور

انہوں نے ہمیں ایک نظم ارسال کی ہے ان کی عمر تیرہ سال ہے۔ وہ نظم شامل اشاعت ہے۔

☆......عمران اللہ۔مردان

الحمد للہ المرشد کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اعزازی طور پر لائبریری کیلئے رسالہ ارسال کرنے کی درخواست کی۔ اور ساتھ ہی المرشد کی افادیت سے آگاہی کا اظہار کیا۔

☆......کیپٹن مشتاق علی رانا۔ایبٹ آباد

گزشتہ تین سال سے ماہنامہ المرشد کا ممبر ہوں۔ 06 اگست 2003 سے رسالہ نہیں مل رہا۔ منی آرڈر کی رسید ارسال خدمت ہے۔

☆......حافظ ظفر اقبال۔سرگودھا

گزشتہ دنوں المرشد کا شمارہ دیکھا تصوف پر اتنا مدلل اور اوصاف میرے خیال میں شاید پہلے کبھی نہیں لکھا گیا کیونکہ میں نے تصوف پر جتنی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ان میں تصوف کی اصل روح کو ختم کر کے تصوف کی جگہ کچھ اور ہی پیش کیا گیا ہے۔ بندہ نے مدنی اینگلو لائبریری بنائی ہوئی۔ آپ سے التماس ہے کہ شریعت مطہرہ کے پرچار کیلئے اپنا میگزین اعزازی طور پر ارسال فرمائیں۔

☆......عابد حسین اعوان۔پسرور

المرشد کیلئے "شیخ المکرم کے نام" سے نظم ارسال کی ہے جو کہ شامل اشاعت ہے۔

☆......ایچ اعوان

انہوں نے انگریزی میں مضمون Stop ارسال کیا ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر نعیم جان (عبدالحکیم) کے والد الحاج حکیم جان محمد اور بھتیجا محمد علی احتشام قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

ماہنامہ "المرشد" لاہور

ماہنامہ "المرشد" لاہور محرم ۱۴۰۰ھ سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کا مرکزی عنوان تو "تزکیہ نفس" ہے۔ "تزکیہ نفس، اصلاح باطن" کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت کے مطابق صحیح اسلامی تصوف پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ نفاذ دین کے لئے جدوجہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس حوالے سے الاخوان کے پلیٹ فارم سے امیر تنظیم الاخوان محمد اکرم اعوان کے افکار پڑھیے۔

آئیے! المرشد کے مستقل خریدار بن کر اپنی صلاحیتوں کو علمی وفکری ارتقاء بخش کر میدان عمل میں دین اللہ کے نفاذ کے لئے متحد ہو کر کوشش کریں۔

سرکولیشن آفس۔ ماہنامہ "المرشد" اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون نمبر 042-5182727

رابطہ آفس:-دفتر ماہنامہ المرشد. اے ٹی. ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد، فون 041-668819